اسلامی اسکولوں میں ہم بچوں کو کیا پڑھارہے ہیں؟

ہر کتاب کو اسی زاویے سے دیکھیے

سیّد خالد جامعی
شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، کراچی یونیورسٹی

یہ ۲۰۱۱ء کی بات ہے ہمارے عزیز دوست عمیر ثانی ایک بین الاقوامی ادارے Trade Key کے شعبہ کمپیوٹر میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے اور جدید دنیا سے بخوبی واقف ایک دن انہوں نے اپنے بچے کی تعلیم وتربیت سے متعلق بعض استفسارات کیے اور بچے کے بدلتے ہوئے رجحانات، نت نئے میلانات کے بارے میں سوالات اٹھائے جو پری نرسری میں پڑھ رہا تھا تو راقم نے عرض کیا آپ کا بچہ کہاں پڑھتا ہے؟ معلوم ہوا کراچی کے سب سے بہترین اور مہنگے ترین اسلامی اسکول Generation میں پڑھتا ہے واضح رہے کہ یہ اسکول چند مہینوں بعد یونیورسٹی میں تبدیل ہونے والا ہے عملے کا تقرر ہو چکا ہے۔

جنریشن اسکول کی نگراں ڈاکٹر غزالہ صدیقی صاحبہ نہایت نیک سیرت، متحرک، موثر، مخلص اور راسخ العقیدہ مسلمان خاتون ہیں ان کے شوہر عرفان صدیقی میزان بینک کے چیف ایگزیکٹیو ہیں جنریشن اسکول میں اسلامی اقدار، روایات، حجاب، حیاء کا خاص خیال بھی رکھا جاتا ہے لہٰذا ہم نے عمیر ثانی صاحب سے کہا کہ آپ کا بچہ جو انگریزی کتابیں پڑھتا ہے وہ لے آئیے۔ عمیر صاحب دوسرے دن کتابیں لے آئے آکسفرڈ کی شائع کردہ ان کتابوں کا راقم نے ناقدانہ جائزہ لیا اور یہ جائزہ عمیر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا عمیر صاحب نے اگلے ہفتے اپنے بچے کا داخلہ منسوخ کرا دیا، یہ جائزہ جنریشن اسکول کے اساتذہ کی خدمت میں بھی تفکر، تدبر اور تنقید کے لیے پیش کیا گیا جن کا جواب صرف یہ تھا کہ ہم نے تو ان کتابوں کا کبھی اس طرح جائزہ نہیں لیا نہ ان کتابوں کو اس قدر گہرائی سے دیکھا ہے۔ اساتذہ خود حیرت، تعجب میں مبتلا تھے ۲۰۱۴ میں ہمارے ایک دوست جو ملٹی نیشنل کمپنی میں ڈائریکٹر فنانس کے عہدے پر فائز ہیں اور ان کا بچہ بھی جنریشن اسکول میں پڑھتا ہے ہمیں بتایا کہ ان کا بچہ بہت اداس اور افسردہ ہے وہ پوچھتا ہے کہ ابو ہمارے گھر میں سب کچھ ہے مگر سوئمنگ پول (تیراکی کا حوض) کیوں نہیں ہے بچے کے گھر میں دنیا کی ہر نعمت ہے صرف پانی کا حوض نہیں ہے تو اسے اپنا گھر حقیر نظر آتا ہے **هل من مزيد** کا۔ یہ طرز فکر، یہ احساس محرومی، بے بسی و بے کسی کا یہ اسلوب کس نے پیدا کیا؟

جدیدیت [Modrenism] کے پیدا کردہ معیار زندگی اور اس معیار میں مسلسل و مستقل اضافہ کا اصول ایک معصوم بچے کو بھی نفس مطمئنہ سے محروم کر دیتا ہے اس مسئلے کی بنیاد تلاش کرنے کے لیے ہم نے اپنے دوست کی خدمت میں تین سالہ پرانا تجزیہ پیش کیا یہ تجزیہ ایک آئینہ ہے جس میں بہت سے مخلص، راسخ العقیدہ، متقی، پرہیزگار، لوگوں کے قائم کردہ اسلامی اسکولوں کی تصویر دیکھی جاسکتی ہے تصویر جیسی بھی ہو اسے غور سے دیکھیے آئینے کو توڑنے کی کوشش نہ کیجیے صرف اس تصویر کو بدلنے کی کوشش کیجیے جو ہماری خواہش، آرزو، جستجو کے بغیر نادانستہ طور پر ہمارے آئینے نے تخلیق کر دی ہے صرف ایک سوال پر مسلسل غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا اس تصویر کو بدلا جاسکتا ہے؟

ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ جدید تعلیمی ادارے ہماری تاریخ نے تخلیق نہیں کیے یہ ہم پر مسلط کیے گئے ہیں اس نظام کو فی الحال بدلنا ممکن نہیں ہے اور ریاستی قوت کے بغیر اس کا فوری متبادل پیش کرنا بھی اس وقت ممکن نہیں لہٰذا ہم حالت اضطرار میں ہیں۔ لیکن لمحۂ موجود میں امریکہ کنیڈا میں جدید اسکولوں کا متبادل گھر اسکول، امی اسکول اور ابو اسکول [Home School/ Mom School/ Dad School] وجود میں آچکے ہیں دنیا کی تئیس تہذیبوں کی طرح گھروں بستیوں محلوں میں قائم یہ غیر تجارتی [Non Commercial] مکتب جو ہمارے شاندار ماضی کی یادگار ہیں مغرب کے موجودہ نظام تعلیم کے لیے موجودہ سرکاری اور غیر سرکاری اسکولوں سے بہت اچھے، سستے اور بہت بہتر طلباء تیار کر رہے ہیں جو اخلاقی طور پر اور صلاحیتوں کے اعتبار سے بہت برتر ہیں یہ اسکول ماں باپ نے خود اپنی مدد آپ کے تحت قائم کیے ہیں کیونکہ صرف مادی کامیابی کے لیے تخلیق کیے گئے جدید اسکول مغرب کے بچوں کی مادی ضروریات بھی پوری کرنے سے قاصر ہیں اور بے شمار سنگین مسائل پیدا کر دیتے ہیں یہ مکتب قائم کرنے والے بہت مذہبی لوگ بھی نہیں ہیں ان کا مقصد بچوں کی اخلاقی روحانی ایمانی نورانی تربیت بھی نہیں ہے محض مادی احساس زیاں یعنی ترقی کی رفتار تیز تر کرنے کی خواہش آرزو اور جستجو نے ان کو ایک نئے تجربے اور متبادل نظام پر آمادہ کیا اور وہ صرف مادی طور پر کامیاب ہوگئے اس خالص مادی ترقیاتی تجربے کو ہم ایک لمحے کے لیے نظر انداز کر کے ایک سوال اٹھاتے ہیں۔ کیا جدید سیکولر تعلیمی اداروں میں اصلاحی، دفاعی اور انقلابی تبدیلیوں کے ذریعے ان اداروں کی بنیادوں اور مرتبہ نصاب میں موجود زہر کا علاج ممکن ہے یا نہیں؟ ان میں اصلاح کا کتنا امکان ہے؟ یہ ہمارے سوچنے کا اصل میدان ہے۔

مغرب کے تمام ممالک جو سرمایہ دارانہ نظام کے نظریات لبرل ازم، سوشلزم اور سوشل ویلفیئر ازم پر یقین رکھتے ہیں ان کا اجماع اصولاً آزادی مساوات ترقی کے عقائد پر ہے یہ خدا، نبی، آخرت وغیرہ کے قائل نہیں ان کا نظام تعلیم بھی انہی عقائد کے مطابق بچوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دے رہا ہے تعلیم کا مقصد محض ترقی، لذتوں کا حصول آزادی اور معیار زندگی میں مسلسل و مستقل اضافہ ہے۔ اس کے باوجود ایک مغربی سوشلسٹ ملک نے اسی مفاد پرست حاسد، حریص تعلیمی نظام میں چند بنیادی اصلاحات چند ترمیمات اور اضافوں کے ذریعے ڈاکٹر بننے والوں میں حرص وحسد و ہوس کے جذبات پیدا کرنے کے بجائے قوم پرستی اور انسان پرستی کے ذریعے خدمت خلق کا ایسا جذبہ پیدا کیا ہے جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی دنیا کی تاریخ میں سب سے بڑے طبی مشن اس ملک کے ڈاکٹروں اور طبی عملے پر مشتمل ہیں جو مختلف غریب کمزور ممالک میں بلا معاوضہ خدمات انجام دے رہے ہیں بیک وقت چھپن ہزار لوگ اس عمل میں شریک ہیں۔ مگر ان میں سے ایک بھی کسی دوسرے ملک کی شہریت قبول نہیں کرتا جبکہ اس ملک میں ڈاکٹروں کی تنخواہیں بہت کم بلکہ دنیا میں سب سے کم ہیں تفصیلات کے لیے نوم چومسکی کی کتاب Profit over people کا مطالعہ کیجیے۔ بڑے بڑے عالمی ادارے، UNO، UNICEF، WHO، OXfam، UNO، ریڈ کراس بھی اربوں کھربوں روپے کے فنڈ وصول کرنے کے باوجود اتنے بڑے پیمانے پر مفت طبی امداد فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔

کفار اگر کفر کے نظام تعلیم میں تجربات کے ذریعے کچھ اصلاحات کر سکتے ہیں تو امت مسلمہ جو پندرہ سو سال کی تاریخ رکھتی ہے وہ اس نظام تعلیم میں جزوی اصلاحات کے لیے بھی کیوں آمادہ نہیں ہے؟ اور کیا وجہ ہے عالم اسلام ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے؟ اس مثال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذکورہ ملک کا تجربہ عالم اسلام کے لیے کوئی عالی معیاری اور مثالی نمونہ ہے بلکہ صرف

یہ بتانا مقصود ہے کہ تبدیلی کی خواہش ارادہ اور عزم ہو تو ہر طرح کے مشکل حالات اور سخت سے سخت نظام میں بھی کوئی نہ کوئی راستہ نکل آتا ہے عالم اسلام کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ جدیدیت کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس سے مغلوب مسحور اور مرعوب ہو گیا ہے بلکہ وہ جدیدیت کے تمام مظاہر و آثار اسلامی تاریخ میں تلاش کر رہا ہے جزئیات کی بنیاد پر کلیات اخذ کر کے مغربیت جدیدیت اور لادینیت کی اسلامی تعبیریں پیش کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ لہٰذا عقل صرف ان امور میں استعمال کی جا رہی ہے جہاں اس کے استعمال کی ضرورت نہیں اور جہاں عقل کی ضرورت ہے وہاں مغرب کی کامل تقلید اختیار کر لی گئی ہے مغرب کے فلسفے اس کے علوم اور اس کے اداروں کا ناقدانہ جائزہ لینے کے بجائے ہم اسلامی علمیت اس کے مکاتب فکر ان کے اختلاف اسلام کے اداروں اس کی تاریخ کا ناقدانہ جائزہ لینے میں مصروف ہیں لہٰذا مغرب محفوظ ہے اور اسلام مضروب مجروح اور محبوس ہے۔

سرسید احمد خان عالم اسلام میں جدید تعلیم کے بانی ہیں۔ برعظیم پاک و ہند میں سرسید نے دو سو سال پہلے جدید سیکولر تعلیم کا آغاز کیا مگر اس وقت بھی انھیں یقین تھا کہ ”جدید تعلیم کے نتیجے میں ہندو مسلمان عیسائی کے دل میں بھی مذہب کی وقعت باقی نہیں رہتی ان کے عقیدے نبوت اور معاد بلکہ الوہیت کی طرف سے بھی متزلزل ہو جاتے ہیں ان کو معلوم تھا کہ مغربی علوم اور مغربی لٹریچر کی بدولت اکثر ممالک یوروپ میں روز بروز دہریت اور الحاد پھیلتا جا رہا ہے [حالی، حیات جاوید، ہجرہ انٹرنیشنل پبلشر لاہور ۱۹۸۴ طبع اول، ص ۲۲۴، ۲۳۳، باب پنجم]۔ تیسرا خطرہ خاص کر مذہب اسلام کو انگریزی تعلیم کی طرف سے تھا جو روز بروز ہندوستان میں پھیلتی جاتی تھی جس سے مفر نہ تھا یہاں تک کہ سرسید کو خود ان میں یہ تعلیم پھیلانی پڑی حالانکہ انگریزی تعلیم کے نتائج اسلام کے حق میں مشنریوں کی پریچنگ سے بہت زیادہ اندیشہ ناک تھے [حیات جاوید دوسرا حصہ ص ۱۳۴ بحولہ بالا] لیکن سرسید کی رائے تھی کہ اس تعلیم کے بغیر ترقی ناممکن ہے لہٰذا یہ ناگزیر برائی ہے لہٰذا اس کی خرابیوں کا ازالہ ہونا چاہیے مگر عالم اسلام کے ماہرین تعلیم اور اسکولوں کے منتظمین میں عموماً اس بات کا احساس نہیں ہے کہ جدید تعلیم کس طرح فکری ارتداد پیدا کرتی ہے اور اس کا امالہ کیسے ہونا چاہیے۔

سرسید احمد خان نے جدید سیکولر مغربی تعلیم کے مذہب دشمن اثرات سے بچانے کے لیے قرآن کی جدید تفسیر لکھی جس کے نتیجے میں جدید نسل کی اصلاح تو کیا ہوتی البتہ اسلامی علمیت کی بنیادیں منہدم ہو گئیں لیکن سرسید کی فکرمندی ہمارے لیے قابل غور ہے حالی لکھتے ہیں الغرض ان کو مدت سے یہ خیال تھا کہ انگریزی تعلیم سے اسلام کے حق میں جن مضر نتائج کے ہونے کا اندیشہ ہے ان کا انسداد کیا جائے اس مقصد کے لیے ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی جائے [حیات جاوید، ص ۲۲۶] اسلامی تاریخ میں علم کلام دین پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرتا اور عقائد دینی کو مستحکم طور پر ثابت کرنے کے لیے دلائل دینے اور اعتراضات وشبہات کا ازالہ کرنے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے سرسید چراغ علی اور شبلی نے جو علم کلام ایجاد کیا اس نے اسلامی علمیت پر ہونے والے تمام اعتراضات کو ہی قبول کر لیا لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک نئے علم کلام کے لیے بھی کوئی محنت نہیں کی بلکہ اس سیکولر نظام تعلیم کو ہم اپنا سمجھ کر قبول کر چکے ہیں اس تقلید کے باعث ہم آج تک اس نظام کی تنقید ——— تخلیق نہیں کر سکے۔

عجیب حکایت ہے کہ ایک انسان ایک شیر کے ساتھ کسی شہر کی سیر کر رہا تھا سیر کرتے کرتے وہ ایک نمائش گاہ میں داخل ہوئے جہاں مصوری کے شاہکار رکھے ہوئے تھے ایک شاہکار میں ایک شیر کو دکھایا گیا تھا جو زمین پر بے سدھ، بے یارومددگار حیران و پریشان، ہکا بکا، نیم جاں پڑا ہوا تھا شیر کی گردن پر ایک قوی ہیکل شکاری نہایت شان بلکہ تکبر کے ساتھ پیر رکھ کر مسکرا رہا تھا اس کی کمر میں ایک بندوق بھی جھول رہی تھی انسان نے شیر سے پوچھا یہ تصویر کیسی ہے شیر نے کمال بے نیازی سے تصویر کو دیکھا اور جواب دیا ”یہ تصویر انسان نے بنائی ہے“ دوسرے معنوں میں یہ تصویر شیر نے نہیں بنائی ورنہ صورت حال مختلف ہوتی۔ سوچنے کا یہ زاویہ زندگی، حرکت، حرارت اور تازگی کی علامت ہے یہ زاویہ نظر کسی لمحے بھی انقلاب پیدا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا بدترین عذاب کسی قوم پر یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم فکر صحیح سے محروم ہو جائے۔ فکر صحیح ہو تو راکھ سے بھی نشیمن تعمیر کیا جا سکتا ہے ذرہ صحراء، پتی گل۔ گل گلزار۔ دریچہ۔ دروازہ اور دیوار بن سکتا ہے

جدید سیکولر تعلیمی ادارے ہم نے نہیں بنائے دنیا کی تیئس تہذیبوں میں اس طرح کے تعلیمی اداروں کا کوئی وجود نہیں ملتا دنیا کی تاریخ میں کبھی کوئی نظام تعلیم مادہ پرستی شکم اور شہوت پرستی کی بنیاد پر تعمیر نہیں کیا گیا ہر تعلیمی نظام کسی اعلیٰ ترین تصور خیر [Meta Narrative] کی فوقیت اور فروغ کا فریضہ انجام دیتا تھا تعلیم کا مقصد روٹی کمانا نہیں تھا علم حقیقت مطلقہ [Absolute Reality] اللہ رب العزت کی معرفت تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔ مگر عصر حاضر میں تعلیم کا اصل مقصد آزادی مساوات اور ترقی کا حصول ہے لہٰذا علم وہ ہے جس سے مال و دولت کثرت سے حاصل ہوتے ہوں لہٰذا ہر شخص حصول دولت کے لیے علم حاصل کرتا ہے یہ محض دعویٰ نہیں ہے اس کی دلیل بھی موجود ہے۔ اگر آج دنیا کی تمام حکومتیں اعلان کر دیں کہ کسی سرکاری غیر سرکاری یونیورسٹی سے سند لینے والے کو کسی ادارے میں ملازمت نہیں ملے گی تو تمام اسکول یونیورسٹیاں ویران ہو جائیں گی یہ تعلیم علم کے لیے نہیں روٹی کمانے کے لیے ہے اس کا تعلق العلم سے نہیں صرف عقلی علوم، سائنس سوشل سائنس، آرٹ کرافٹ اور فنون سے ہے جسے دنیا کی تیئس تہذیبوں میں علم نہیں سمجھا جاتا تھا اور تجربی، سائنسی، حسی، عقلی علوم کو علوم کی تلچھٹ کہا جاتا تھا اسی لیے سقراط اور افلاطون ارسطو کے ہاتھوں سوفسطائیوں کو شکست ہوئی تھی جو پیسے لے کر فنون بیچتے تھے اور اسے علم کہتے تھے علم خرید وفرخت کی شے نہیں ہے۔

بہت سے لوگ یہ سوال اٹھا سکتے ہیں کہ اگر بچہ اسکول کالج یونیورسٹی سے علم حاصل کر کے پیسہ نہ کمائے تو کیا کرے علم سے شعور، اعتماد، عزت، دولت، شہرت ملتی ہے تو اس کے حصول میں کیا ہرج ہے یہ دلیل بہ ظاہر مضبوط ہے لیکن کم زور ہے کیونکہ اب دنیا میں پیسہ کمانے کے لیے علم نہیں کرتب بازی کی ضرورت ہے مثلاً فٹبال کرکٹ اسکواش کھیلنے والے جاہل کھلاڑی ارب پتی بن جاتے ہیں فلم اور ٹی وی میں کام کرنے والے جاہل اینکر پرسن، پانسے پھینکنے والے سٹے باز [Risk Managers]، جاہل صحافی، مسخرے بھانڈ، اداکار، کسبیاں کھربوں روپے کماتے ہیں۔ جاہل سٹے باز، حجام، درزی جن کو اب فیشن ڈیزائنر کہتے ہیں آرٹسٹ، فوٹو گرافر، مصور، ماڈل، رقاص اعلیٰ تعلیم کے بغیر اتنا دھن کماتے ہیں کہ انسان اس کا تصور نہیں کر سکتا عزت اسی کو ملتی ہے جو مال و دولت میں سب سے آگے ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ علم سے دولت ملتی ہے جدیدیت اور مغربیت سے ہماری ناواقفیت کا عمل ہے۔ کنیڈا میں ٹرک ڈرائیور ڈاکٹر سے زیادہ پیسے کماتا ہے برطانیہ میں تندور پر روٹی لگانے والے کی تنخواہ ڈاکٹر سے زیادہ ہے۔

ٹنڈو جام یونیورسٹی کے ایک سابق وائس چانسلر نے جنگ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا تھا کہ ان کا بیٹا حجام بننا چاہتا ہے صحافی کو حیرت ہوئی تو جواب ملا جن دنوں میں امریکہ میں مقیم تھا ہمارے محلے میں ایک حجام تھا جس سے ہم بال کٹواتے تھے اس کی آمدنی مجھ سے کئی گنا زیادہ تھی تو بیٹے نے کہا کہ ابو آپ سے بہتر تو یہ حجام ہے جو اتنا کما لیتا ہے جب تہذیب کا نقطۂ کمال مال کی فراوانی اور تعیش کی ارزانی ہو تو یہ تصور خیر ایک نئے انسان کی تعمیر کرتا ہے جسے ہم جدید انسان [Modren Man] کہتے ہیں جدید تعلیمی اداروں سے ایسے ہی لوگ نکلتے ہیں۔

جاہل سیاست داں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں اور راتوں رات کروڑ پتی، ارب پتی پھر چند سالوں میں کھرب پتی ہو جاتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسا صرف پاکستان اور تیسری دنیا کے ممالک میں ہوتا ہے لیکن دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت امریکہ اور بھارت میں بھی یہی ہوتا ہے رنگین ہالی ووڈ کا ایک اداکار امریکہ کا صدر بن سکتا ہے اور واجپائی، مودی جیسے جاہل بھارت

کے وزیر اعظم بن جاتے ہیں جمہوریت میں ایسا ہی ہوتا ہے پوری دنیا میں یہی ہو رہا ہے اس کی تفصیل جاننے کے لیے نیوز ویک کے سابق مدیر اور صدر بش کی کچن کیبنٹ کے رکن فرید زکریا کی کتاب The Future of Freedom پڑھیے دنیا بھر کی جمہوریتوں کے جاہل سیاستدانوں کی تاریخ آپ کو مل جائے گی۔ فرید زکریا نے لکھا ہے کہ امریکہ میں ۸۵ فی صد فیصلے کانگریس اور سینٹ میں عوام کے نمائندے نہیں کرتے بلکہ لابیاں، پریشر گروپ اور مختلف گروہ کرتے ہیں ظاہر ہے الیکشن جیتنے اور ہارنے کے لیے کھربوں روپے کی امداد دینے والے اپنے مفادات کیوں حاصل نہ کریں۔ تعلیم، سیاست، علم سب کا ایک ہی مقصد ہے سرمایہ میں اضافہ جس سے آزادی میں اضافہ ہوتا ہے یہی عہد حاضر کا مذہب ہے اسے سرمایہ دارانہ نظام بھی کہتے ہیں۔

جدید اسکول ہمیں وہ سانچے مہیا کرتے ہیں جس کے ذریعے ہم استعمار کی غلامی قبول کرتے اور اس کے پیدا کردہ مقاصد زندگی کو الحق سمجھتے ہیں یہ تعلیمی ادارے مغرب کے مقابلے پر ہماری سیاسی عسکری شکست کو تہذیبی شکست میں بدلتے ہیں اور نوکری اور ترقی کو زندگی کا اصل مقصد بنا کر انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو مسلسل و مکمل رہنمائی اور بھاری بھرکم نصاب کے ذریعے کچل کر رکھ دیتے ہیں سوچنے جانچنے پرکھنے کے تمام فطری پیمانوں کو توڑ کر صرف ایک طریقے سے سوچنا سکھاتے ہیں۔ مارکوزے کے الفاظ میں یک رخا آدمی One dimensional man پیدا کرتے ہیں جو صرف مغرب سے ہی وفادار رہ سکتا ہے۔ دوسرے معنوں میں ان اسکولوں سے نکلنے والی نسل کے لیے دین کے سوا زندگی کے تمام شعبوں میں عقل کا استعمال ممنوع و حرام ہو جاتا ہے عقل صرف دین پر تنقید اور دین کی جدید تعبیر کے لیے استعمال ہوتی ہے نظام تعلیم و تربیت اتنا مہلک ہے کہ جہاں عقل استعمال کرنی چاہیے وہاں دین کو لے آتے ہیں جہاں دین، روایت، نقل، وحی پر اعتماد کرنا چاہیے وہاں عقل لے آتے ہیں۔ لہٰذا جدید تعلیمی نظام سے جو خلق جدید برآمد ہوتی ہے وہ مذہب اور اسلام پر ہونے والے کسی اعتراض کا جواب دینے کے قابل نہیں ہوتی اور ہر اعتراض کو حقیقت سمجھ کر قبول کرتی اور اپنی تاریخ اور تہذیب سے دستبردار ہو جاتی ہے۔

جدید دور میں سب سے زیادہ آمدنی [Incom] سٹے باز [Risk manager] کی ہوتی ہے اس کے پاس صرف قیاس، گمان، ظن، تخمین کا علم ہوتا ہے اس کے پاس ایک خاص حس، جذبہ، حوصلہ اور ولولہ ہوتا ہے جس کا علم اور سند کسی تعلیمی ادارے سے نہیں ملتی دنیا کا سب سے بڑا سٹہ باز جارج سوروس [J. Soros] بس اندازے پر کھیلتا ہے وہ کھرب پتی ہے اس نے ملیشیا کی معیشت کو اسٹاک مارکیٹ کے ذریعہ تباہ کر کے ایشین ٹائیگر کو ایک رات میں پیپر ٹائیگر بنا دیا تھا اس عالمی سٹے باز کی بے پناہ آمدنی اور علم سے متعلق تفصیلات کے لیے نائیل فرگوسن کی کتاب The Ascent of money پڑھ لیجیے۔

جدیدیت [Modrenism]، لادینیت [Secularism] اور سرمایہ داری و جمہوریت [Capitalism & Democracy] کی پیدا کردہ جدید دنیا میں شہرت عزت اور دولت کا معیار علم نہیں ہے بلکہ سائنسی علم بھی نہیں بلکہ علم کا معیار یہ ہے کہ کون اپنے کام، فن سے سب سے زیادہ سرمایہ پیدا کر سکتا ہے کیونکہ آزادی صرف سرمایہ سے حاصل ہوتی ہے اسی لیے مغرب میں کام [Work] کی تعریف یہ ہے کہ جس سے سرمایہ حاصل ہو۔ کام کا نہ ہونا پاگل پن ہے یعنی جو شخص کام نہیں کرتا سرمایہ نہیں کماتا وہ اپنی آزادی کا انکار کرتا ہے۔ آزادی مغرب کا بنیادی ایمان و عقیدہ ہے لہٰذا آزادی اور سرمایہ کا منکر پاگل ہے فوکالٹ لکھتا ہے The absence of work is madness اسی لیے گھر میں تیرہ بچوں کو پالنے والی عورت کے کام کو مغرب کام تسلیم نہیں کرتا کہ اس سے سرمایہ نہیں پیدا ہوتا یہ عورت باہر جائے کمائے تو اسے working woman کہتے ہیں رنڈی اپنی ملکیت جسم کو بیچ کر سرمایہ کما کر اپنی آزادی میں اضافہ کرتی ہے لہٰذا اسے طوائف نہیں sex worker کہتے ہیں محنت کے ذریعے آزادی اور سرمایہ جیسے عظیم کام انجام دینے والی عورت ۔ جدید سیاسی فلسفے کا سب سے بڑا مفکر جان رالز جس کی کتاب Theory of Justice جدید ریاستوں میں عدل کے موضوع پر انجیل سمجھی جاتی ہے وہ لکھتا ہے کہ ہر انسان کو چار بنیادی خیر [Four Primary Goods] حاصل ہونے چاہئیں آمدنی، دولت، قوت اور اقتدار [Incom/ Wealth/ Power/ Authority] ان چار بنیادی خیر کے بعد ہی کوئی شخص اپنی آنکھوں میں عزت و تکریم [Self Respect] کے قابل ہو سکتا ہے دوسرے معنوں میں کوئی شخص اپنی نگاہ میں بھی ان چار بنیادی اسباب کے بغیر عزت کے قابل نہیں، جس شخص کو اپنی نگاہوں میں ان چار عقائد کے بغیر عزت حاصل نہیں اسے دوسرے کی نگاہوں میں عزت کیسے مل سکتی ہے؟ جدید نظام تعلیم ہمیں یہی عزت دلانے کا فریضہ انجام دیتا ہے کہ عزت کے پیمانے تبدیل ہو چکے ہیں دوسرے معنوں میں ہمارے عقیدے، ایمانیات اور مابعد الطبیعیات بھی بدل چکے ہیں لہٰذا جس کے پاس مال و دولت اور اسباب کی فراوانی نہیں ہے وہ عزت کے قابل ہی نہیں ہے افسوس کہ دنیا کی تاریخ کے بڑے بڑے لوگ اس پیمانے پر پورا نہیں اترتے۔

دنیا بھر میں عموماً اور عالم اسلام میں خصوصاً سائنس کو برتر علم جانا جاتا ہے لیکن سائنس دان [Scientists] کی مغرب میں اتنی عزت نہیں کی جاتی جتنی عزت سٹے باز Risk Managers رنڈیوں، مراثیوں، بھانڈوں [Showbuisness Stars] اور کھلاڑیوں [Sports men] کی ہوتی ہے۔ عزت کا پیمانہ مغرب اور دنیائے جدید [Modren Age] میں صرف مادی ہے اور وہ ہے پیسہ۔ جو زیادہ کماتا ہے وہ زیادہ عزت پاتا ہے سب سے زیادہ پیسہ سٹے باز کماتے ہیں اس کے بعد رنڈیاں اور کھلاڑی وغیرہ اس کے بعد سائنس دانوں کا نمبر آتا ہے کیونکہ سٹے باز اور رنڈیاں سرمایہ کی پیداوار میں سائنس دانوں سے زیادہ بہتر ہیں مثلاً عالمی اولمپکس کے ایک ہفتے کے کھیل سے جتنا سرمایہ پیدا ہوتا ہے امریکہ کی تمام یونیورسٹیاں سال بھر میں اتنا سرمایہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ صرف امریکہ میں عریانی فحاشی کی صنعت ایک سال میں جتنا سرمایہ پیدا کرتی ہے دنیا کی کئی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیاں (جن میں مائیکروسافٹ جیسی کمپنی بھی شامل ہے) اجتماعی طور پر بھی اتنا سرمایہ پیدا نہیں کرتیں کرس ہیجز کی کتاب دیکھ لیجیے۔

World wide porn revenues topped 97 billion Dollar in 2006. That is more than the revenues of Microsoft, Google. Amazon, e Bay, Yahoo, Apple, Net flix & Earth link combined. [Chris Hedges., *Empire of illusion : The end of literacy & the triumph of spectalce* , Nation Books USA 2009, p. 58]

لہٰذا زیادہ اجرت [Salaries/wages] اسے ملے گی جو زیادہ سرمایہ پیدا کرے گا۔ برکلے یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی تنخواہ یونیورسٹی کے فٹبال کوچ سے کم ہے فٹبال کوچ سالانہ تین ملین ڈالر کماتا ہے اور وائس چانسلر تین لاکھ ڈالر بھی نہیں کماتا۔ ایک فٹبال میچ سے جتنا سرمایہ پیدا ہوتا ہے برکلے اتنا سرمایہ کئی سالوں میں نہیں پیدا کر سکتی۔ کرس ہیجز اپنی کتاب *The impire of illusion* میں لکھتا ہے

The football coach is Berkeley's highest paid employee. He makes about 3 million dollar. [p. 94]

کرس ہیجز اسی کتاب کے باب Illusion of Love میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں ایک اعلیٰ ترین رنڈی تین ہزار ڈالر فی گھنٹہ کماتی ہے۔ آج کل اسے آرٹسٹ، فلم اسٹار، فلمی ستارہ sex worker کہا جاتا ہے لیکن اس پیشے کے عیوب ظاہر کرنے کے لیے سب سے بہترین لفظ یہی ہے۔

The porn stars make anywhere from 1500 dollar to 3000 dollar an hour as prostitute. [p. 68, ibid]

اگر یہ رنڈی روزانہ بارہ گھنٹے کام کرے تو اس کی روزانہ کی آمدنی ۳۶ ہزار ڈالر ہے جو ایک امریکی استاد کی سالانہ آمدنی ہے یہ رنڈی ماہانہ دس لاکھ اسی ہزار ڈالر کماتی ہے جبکہ امریکی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ایک سال میں صرف دو لاکھ سترہ ہزار چار سو ڈالر کماتا ہے رنڈی کا لفظ اب متروک ہوگیا ہے کیونکہ معاشرے میں گناہ اور گناہ گار کو پسند کیا جارہا ہے۔ اسے برداشت [tolerance] کہتے ہیں یہ آزادی کے عقیدے کا نتیجہ ہے ہر پھول کو کھلنے دو۔ آپ نیک کام کریں دوسرے کو برے کام کرنے دیں دونوں کا حق ہے عہد حاضر حق [Right] کے منہاج کا عہد ہے آپ جو چاہے کریں کہ حق [Good] کچھ نہیں ہوتا یہ ہر شخص کا محض دعویٰ ہوتا ہے ہر شخص کو حق [Right] ہے کہ جسے خیر [Good] سمجھے اپنی ذاتی زندگی میں اسے خود اختیار کرے دوسرے کو اختیار کرنے پر مجبور نہ کرے اپنی مرضی آزادی اختیار مطلق سے آپ جس خیر کو اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں خیر کی بحث بے معنی ہے خیر کچھ نہیں ہوتا اصل چیز پیسہ ہے بس پیسے کماؤ جدید نظام تعلیم اور تعلیمی اداروں کا یہی مقصد ہے۔

حسین نصر نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ مغرب میں اسپورٹس ہیرو کی ایک سال کی آمدنی ایک بہت بڑے سائنس داں اور عظیم مفکر کی پوری زندگی کی آمدنی سے زیادہ ہوتی ہے۔

There are now sports heroes who make more of a salary in one year than the greatest westren scientists or scholars will do in his or her life time. [S. H. Nasr: *A Young Muslim's guide to the modern world*, Suhail Academy Lahore, 1988, p.232]

مشہور فلسفی مائیکل سانڈل لکھتا ہے کہ امریکہ میں اسکول کا ایک عام استاد ایک سال میں ۴۳ ہزار ڈالر کماتا ہے لیکن ڈیوڈ لیٹرمین جورات گئے فحش گوئی کے پروگرام کی میزبانی کرتا ہے اس کی سالانہ آمدنی اکتیس ملین ڈالر ہے امریکہ کا سب سے عاقل اہم ترین آدمی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ایک سال میں صرف دو لاکھ سترہ ہزار چار سو ڈالر کماتا ہے اور ایک ٹیلی ویژن شو کی جج جوڈی ایک سال میں ۲۵ ملین ڈالر کما لیتی ہے

☆The average schoolteacher in the United States makes about $43,000 per year. David Letterman, the late-night talk show host, earns $31 million a year.

☆John Roberts, chief justice of the U.S. Supreme Court, is paid $217,400 a year. Judge Judy, who has a reality television show, makes $25 million a year. [*Justice, What's The Right Thing To Do?*, Michael J. Sandel ,p.162]

اس صورت حال میں بچے اسکول جانا پسند کریں گے یا وہ کام کرنا پسند کریں گے جس کے حصول کے لیے صبح سے رات تک پڑھنے لکھنے اور سر کھپانے کی ضرورت نہیں۔ جس سے ان کی آمدنی بے پناہ ہوجائے۔

اسلامی اسکولوں میں جب آپ بچے کو اسلام آخرت اور بہترین آمدنی بہترین معیار زندگی بہترین دنیا یعنی دو مختلف تصورات خیر کی طرف بلاتے ہیں تو بچہ کون سا تصور خیر اختیار کرے گا؟ اگر آج کی نسل معیار زندگی بلند کرنے کے لیے غیر اخلاقی پیشوں کو بے تابانہ اختیار کرنا چاہتی ہے تو اس کا سبب ہمارے غلط نظریات ہیں ہر تہذیب میں تصور خیر (Concept of Good) صرف ایک ہوتا ہے اسلامی تہذیب کا تصور خیر التوحید ہے مغرب کا تصور خیر آزادی ہے جس کی دو شکلیں ہیں ایک تجریدی [Abstract] یعنی ووٹ [Vote] دوسری ٹھوس [Concrete] وہ ہے سرمایہ [Capital]- سرمایے کے بغیر آزادی کا حصول ممکن نہیں اور جدید نظام تعلیم اور اس کے قائم کردہ ادارے سرمایہ داری کے لیے شاہ دولہ کے چوہے [Corporate slaves] پیدا کرتے ہیں یہ غلام سرمایہ، عیاشی، آزادی کے سوا کچھ اور سوچنے کچھ اور کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ جس طرح دریا کا پانی بہہ کر سمندر کی طرف جاتا ہے جس طرح کچھوے کا بچہ اس زمین پر آنکھ کھولتے ہی سمندر کا رخ کرتا ہے اسی طرح جدید نسل تعلیم کے بحر سے باہر نکلتے ہی دنیا پرستی اور عیش پرستی کی طرف دوڑتی ہے۔

تصور خیر کی بحث بنیادی بحث ہے خیر [Good] اس پیمانے کو کہتے ہیں جس پر ہر شے کو پرکھا جاسکے لہٰذا پیمانہ ہمیشہ ایک ہوتا ہے پیمانہ کبھی دو نہیں ہوسکتے جب ہم دین اور دنیا کو برابر سمجھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ A=B دوسرے معنوں میں B=A بنیادی سوال یہ ہے کہ دین کو دنیا کے پیمانے پر پرکھا جائے گا یا دنیا کو دین کے پیمانے پر پرکھا جائے گا؟ اگر دونوں برابر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کو دنیا کے پیمانے پر پرکھنا بالکل درست ہے لہٰذا عصر حاضر میں دین وہی ہے جو دنیا کے پیمانے پر پورا اترے سرسید اور شبلی کے الفاظ میں سچا دین وہ ہے جو جدید تہذیب و تمدن اور زمانے کی ترقی کا ساتھ دے سکے تفصیلات کے لیے حالی کی حیات جاوید، ضیاء الدین لاہوری کی **افکار سر سید** شبلی نعمانی کی **علم کلام اور الکلام** اور سید سلیمان ندوی کی **حیات شبلی** کا مطالعہ کیجیے دوسرے معنوں میں ہم دین کے مطابق ڈھلنا نہیں چاہتے بلکہ دین کو اپنے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔ ہم قرآن و سنت کے مقلد نہیں شریعت ہماری مقلد ہے شریعت حاکم نہیں ہمارا نفس حکم ہے۔

چونکہ دین اس امتحان میں ناکام ہے وہ دنیا پرستی، مادّہ پرستی [Materialism] اور مادہ پرستی [Women Worship] اور عیش پرستی کی دلیلیں مہیا کرنے سے قاصر ہے لہٰذا دین کی تشکیل جدید، تعبیر نو، تعمیر نو، بلکہ تخریب نو [Re construction of Religious thought] کا کام زور و شور سے جاری ہے۔ ہماری نئی نسل اگر دنیا پرست بن گئی ہے بہترین مستقبل کے لیے ترک وطن کرکے دار الحرب میں قیام اگر اس کی اولین ترجیح ہے اگر عالم اسلام سے ذہانت کا انخلا [Brain Drain] ہو رہا ہے ہر شخص دولت کے زیادہ سے زیادہ حصول کو اگر اپنا مقصد زندگی بنا چکا ہے تو اس کا سبب ہمارا یہ نیا عقیدہ ہے کہ دین و دنیا برابر ہیں کیونکہ دنیا پہلے ہے آخرت بعد میں۔ لہٰذا دنیا پہلے دین بعد میں بعض جدیدیت پسند کہتے ہیں کہ قرآن میں بھی یہی آتا ہے **ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنه** ڈاکٹر حسین نصر کے بیٹے ولی رضا نصر کی کتاب Islamic Capitalism اب نئے نام Meccanomics سے منظر عام پر آئی ہے جو اسلامی دنیا میں سرمایہ دارانہ اسلام یا اسلامی سیکولرازم کے جدید مظاہر، آثار سے آگاہ کرتی ہے جو مغرب کو مطلوب ہے ہمارے تعلیمی ادارے ایسی ہی نسل تیار کر رہے ہیں جو رسوم و رواج عادات و اطوار اور بعض مظاہر کی سطح پر مذہبی ہو لیکن ذہنی، قلبی، عقلی طور پر مادہ پرستی کی غلام ہو۔

جب آپ مغربی تصور خیر زیادہ آمدنی بہترین معیار زندگی بلکہ معیار زندگی میں مستقل اور مسلسل اضافے کو بھی اسلامی تصور خیر کے طور پر قبول کریں گے کہ اس میں کیا ہرج ہے تو آپ کی بیٹی شریف عورت بیوی، ماں نہیں سپر اسٹار بننا پسند کرے گی آپ کے بچے عالم دین نہیں بنیں گے کیوں کہ یہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ نہ وہ کسی ایسے پیشے اور فن کو اختیار کریں گے جس میں کم پیسے ملتے ہوں۔ کیونکہ زندگی کا مقصد آزادی [Freedom]، سرمایہ کا ارتکاز [Accumalation of Capital] معیار زندگی کے خدا کی پرستش [Worship of standard of Living، HDI] میں اضافہ اور عیش و عشرت لذت پرستی [Hendonism] ہے۔ علم وہ ہے جس سے ترقی اور اچھی نوکری ملے۔ اتنا پڑھ لکھ کر اگر اتنے کم پیسے ملتے ہیں تو ایسے علم کا کیا فائدہ؟ جب

زندگی کا مقصد معیار زندگی میں اضافہ ہے تو اس مقصد کی خاطر دین، اخلاق، تہذیب، تمدن، اقدار روایات سب کچھ قربان کی جاسکتی ہیں ہر عقیدہ اور ایمان خواہ صحیح ہو یا غلط اس کی ایک قیمت ہوتی ہے دنیا پرستی کی ایک قیمت ہے جو نئی نسل ادا کرنا چاہتی ہے دین و دنیا کو یکساں سطح پر رکھنے کی بھی ایک قیمت ہے۔ بالکل اسی طرح توحید پرستی کی بھی ایک قیمت ہے جو سب کو معلوم ہے مگر ہم اسے ادا کرنا نہیں چاہتے لہٰذا مذہبی تاویلوں میں الجھے رہتے ہیں۔ دو مختلف بلکہ متضاد تصورات خیر کو یکساں سمجھنے کی اس بنیادی غلطی کے باعث ہمارے اسلامی اسکولوں میں دی گئی اسلامی تعلیمات، تجوید کے اسباق، ان بچوں کی درست سمت سفر متعین نہیں کرسکیں گے۔

جدید اسکول اٹھارہویں صدی کے جدید مغرب کی ایجاد ہیں لہٰذا ان اسکولوں اور اس کے نظام سے وہی تصویریں نکلیں گی جو مغرب کو پسند ہیں۔ اصل سوال وہ ہے جو شیر کے جواب میں پنہاں ہے کہ یہ تصویر میں نے نہیں بنائی ورنہ میں شیر کی تقدیر بدل دیتا یہ تصویر شیر بناتا تو انسان وہاں ہوتا جہاں اب شیر کو دکھایا گیا ہے یعنی شیر کے قدموں میں انسان۔ بالکل اسی طرح یہ جدید مغربی اسکول ہماری علمیت، اسلامی تاریخ و تہذیب نے تخلیق نہیں کیے مگر اب یہ اسکول مغرب سے متاثر ہو کر ہم نے بھی بنالیے ہیں تو کم از کم ان اسکولوں سے نکلنے والی نسل کی تصویر کیسی ہونی چاہیے؟ ہم سب کا دینی، ملی، اخلاقی، تہذیبی، ایمانی فریضہ ہے کہ اس سوال کا جواب مل جل کر تلاش کریں ابتدائی کوشش کے طور پر اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے جنریشن اسکول کی کتابوں کا مختصر تجزیہ پڑھیے:

پہلی کتاب *The Pan Cake* کہانی ہے۔ شیف یعنی باورچی سر پر سفید ٹوپی اوڑھے سفید کوٹ پہنے ہوئے نہایت مہذب طریقے سے باورچی خانے میں کیک بنانا سکھا رہا ہے ایک پیالہ لو۔ اس میں آٹا اور انڈے Eggs and Flour ڈالو اور اس میں دودھ Milk ڈالو ان اجزاء کو پھینٹ لو۔ اب حلوہ بھوننے والے برتن (فرائنگ پین) میں مکھن ڈالو، باورچی مکھن برتن میں ڈال کر اس میں دودھ، انڈے آٹے کا آمیزہ شامل کر دیتا ہے اور پھر کیک بن جاتا ہے وہ کیک ہوا میں اچھال کر کرتب دکھا رہا ہے۔ باورچی خانہ میں کُتا بھی بیٹھا ہوا ہے بچے کیک کے اچھلنے کا منظر حیرت سے دیکھ رہے ہیں بچے برتن ہاتھوں میں پکڑ کر دوڑ رہے ہیں اور کیک اچھال کر اسی برتن میں گرا رہے ہیں یہ کمالات ہیں ایک لڑکی کیک اچھالتی ہے تو وہ کیک فرائی پین میں واپس گرنے کے بجائے محترمہ کے سر کو چھو لیتا اور وہیں قیام پذیر ہو جاتا ہے پیچھے آنے والا ہجوم چیخ رہا ہے خوش ہو رہا ہے تالیاں بجا کر شور مچا رہا ہے لکھا ہے The Pan cake race ایک اسلامی اسکول میں تہذیب کا سبق ہم مغربی طور طریقوں سے سیکھتے ہیں اس کی دلیل عموماً یہ دی جاتی ہے کہ مغرب کی غالب تہذیب، تمدن، معاشرت سے واقفیت ضروری ہے اگر ہم مغرب کی چیزوں سے واقف نہ ہوئے تو مغرب سے بہت زیادہ مرعوب ہوں گے۔ واقفیت اس مرعوبیت کو کم کر دے گی۔

دوسری کتاب کا نام ہے *Who is it* ایک چراغ جل رہا ہے بچہ سامنے کھڑا ہے پیچھے کھڑے ہوئے دو بچوں کا سایہ دیوار پر پڑ رہا ہے بچے سایہ دیکھ کر حیران ہیں پوچھتے ہیں Whois it بچے بتاتے ہیں کہ یہ Biff اور Chip کا سایہ ہے پھر امی اور Kipper کا سایہ آجاتا ہے امی ہاتھ میں مچھر مار آلہ لے کر ایک مکھی مار رہی ہیں پھر کُتے کا سایہ آتا ہے پھر خلائی انسان Space man کا سایہ نظر آتا ہے بچے حیران ہیں کہ خلا نورد یہاں کیسے آگیا ہے پھر والد محترم ہنستے ہوئے آتے ہیں بچے کہتے ہیں No, Its Dad ارے یہ تو ابو جان ہیں موصوف کے منہ میں سگار ٹائپ پائپ لگا ہوا ہے جنگل کے طوطوں جیسے رنگ برنگے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ عصر حاضر کا رنگ یہی ہے بڑے بوڑھے اور مذہبی لوگ بھی اب شوقیہ رنگ برنگے کپڑے پہنتے ہیں۔ اور سفید کپڑے پہننے والوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ کوئی ڈاکٹر، نرس، باورچی Cheif، ٹریفک پولیس، نیوی کے افسروں سے نہیں پوچھتا کہ تم ہمیشہ سفید کپڑے کیوں پہنتے ہو کوئی ڈاکٹر سے نہیں پوچھتا کہ زخمی کو ہمیشہ سفید پٹی کیوں باندھتے ہو کوئی پولیس اور فوجی سے نہیں پوچھتا کہ ہمیشہ ایک رنگ کا لباس کیوں پہنتے ہو؟

تیسری کتاب کی کہانی ہے *The Lost Teady* امی اور بیٹا سفر کے لیے نکلتے ہیں تو منے میاں بھالو لے کر بس میں بیٹھتے ہیں۔ بس سے اترتے ہوئے بچہ بھالو نشست پر بھول جاتا ہے بس چلی جاتی ہے اور بچہ رونے لگتا ہے۔ میرا بھالو میرا بھالو۔ گھر پہنچتے ہیں تو منے میاں نہایت غمزدہ آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں اداسی نے گھر کے در و بام پر اپنے بال پھیلا دیے ہیں تمام بہن بھائی طرح طرح کے قسم قسم کے کھلونوں کا ان کے بستر پر ڈھیر لگا دیتے ہیں مگر وہ تمام کھلونے مسترد کرتے ہیں کوئی ان کو پسند نہیں آتا کسی پر نظر نہیں ٹھہرتی عالی شان گھر کے عالی شان کمرے میں گھڑی لگی ہے، مہنگا ٹیبل لیمپ رکھا ہے شان دار مسہری ہے قیمتی خوبصورت قالین کارپیٹ بچھا ہوا نرم نرم موٹے موٹے تکیے ہیں کرسی پڑی ہوئی ہے دیواروں پر مصوری کے شاہکار لگے ہیں کھڑکی میں بہت بڑا شیشہ لگا ہے جس سے رات کا منظر، عمارتیں، چاند، ستارے، پودے، درخت سب نظر آرہے ہیں مگر منے میاں کا غم کم نہیں ہوتا آنسو تھمتے نہیں، ہچکیاں، سسکیاں بند نہیں ہوتیں روتے روتے سو جاتے ہیں رات جیسے تیسے گزر جاتی ہے صبح سویرے امی ان کو بس کمپنی کے دفتر لے جاتی ہیں جہاں مسافروں کی کھوئی ہوئی اشیاء املاک وغیرہ Lost Property کا مال خانہ (اسٹور) ہے جہاں بس سے ملنے والی اشیاء جمع کی جاتی ہیں اور مسافروں کو واپس کی جاتی ہیں منے میاں کو بھالو مل جاتا ہے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ یہ کس قسم کا بچہ خلق ہوا ہے جو دنیا بھر کے کھلونے پا کر بھی خوش نہیں ہے اور اس بچے کی تعلیم تربیت اصلاح کرنے والا بھی کوئی نہیں سب اس کی ہر خواہش پوری کر رہے ہیں جدید اکنا کس اسی انسان کے لیے پیدا ہوئی ہے لہٰذا اکنامکس میں انسان انسان نہیں Homoeconomicus کہلاتا ہے ایک افادی، حسی، تجربی، لذت پرست وجود اکنامکس انسان کو طالب الذات جانور قرار دیتی ہے Man is a pleasure seeking animal ظاہر ہے طالب الذات وہی کام کرے گا جو منے میاں کر رہے ہیں لہٰذا جدیدیت کا مسئلہ نفس مطمئنہ سے کامل محرومی ہے۔

چوتھی کتاب کی کہانی کا عنوان ہے *Look Out* عالی شان گھر ہے جس میں شان دار موٹر سائیکل بچوں والی کھڑی ہے گھر کے اندر صحن چمن ہے، بہترین چمکتی دمکتی گاڑی کھڑی ہے گھاس میں منے میاں موٹر سائیکل چلانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ سر پر ہیلمٹ باندھ رہے ہیں امی گھاس کاٹنے کی مشین سے گھاس کاٹ رہی ہیں منے میاں موٹر سائیکل چلاتے ہیں تو کئی گملوں کو گرا دیتے ہیں۔ شور دھواں پھیل رہا ہے کتا بھاگا ہوا آرہا ہے بلّی خوف زدہ ہے آواز سے — امی نے ہاتھ میں دستانے پہنے ہوئے ہیں وہ باغ بانی Gardening میں مصروف ہیں مگر چیخ رہی ہیں کہ تم کیا کر رہے ہو منے — امی نے پتلون قمیض پہن رکھی ہے اسلام نے کب منع کیا ہے کہ عورت مرد جیسے کپڑے نہ پہنے اور ویسے بھی دنیا کو سب سے پہلے عورت مرد کی مساوات کا سبق تو اسلام نے ہی دیا ہے اس طرح کے کپڑے پہن کر ہی عورت کو آزادی کا احساس ہوتا ہے۔ بہن خیمے میں بیٹھی ہے خیمے کے اوپر تار پر بہن کے کپڑے ٹنگے ہوئے ہیں منے میاں غلط موٹر سائیکل چلاتے ہیں خیمے کی میخ نکل جاتی ہے کپڑوں کا تار منے کی گردن میں — تمام کپڑے گر جاتے ہیں بہن چیختی ہے منے میاں گھر میں گھس جاتے ہیں پھلوں کی الماری دوات کی بوتلیں رنگ — منظر نامے [Scenery] سب گرا دیتے ہیں کمرے کا حشر نشر ہو جاتا ہے ابا امی حیرانی سے دیکھتے ہیں مگر چپ ہیں ڈبل روٹی اِدھر اُدھر اڑ کر گر رہی ہے آخر کار امی آجاتی ہیں راستہ بناتی ہیں گملے رکھتی ہیں سڑک کا منظر پیش کر دیتی ہیں ایک بچے کے ہاتھ میں رکو Stop کا گتہ دیتی ہیں ایک بچی کے ہاتھ میں بچو رک جاؤ Stop Children کا پلے کارڈ ہے کتا نگرانی کر رہا ہے راستے بن گئے ہیں ٹریفک کا نظام قائم ہو گیا ہے منے میاں مہذب (سولائزڈ) ہو گئے ہیں اب وہ طے شدہ راستے پر سفر کریں گے انشاء اللہ نقصان نہیں ہوگا نظم و ضبط تو اسلام بھی سِکھاتا ہے۔ مغرب نے یہ سب کچھ اسلام سے لیا ہے۔ اسلام کی میراث ہم آکسفرڈ کی کتابوں کے ذریعے

مسلمانوں کو منتقل کر رہے ہیں اس میں کیا ہرج ہے؟

پانچویں کتاب کا نام ہے *Fun at the Beach* سرورق پر ایک عورت نیکر پہنے بچی کے ساتھ ساحل سمندر کی سیر کر رہی ہے منے میاں ابا امی بہن بھائی کُتّے کے ساتھ جا رہے ہیں ایک آدمی تماشہ دِکھا رہا ہے آئینے کے اندر امی ابا کی شکل بدل گئی ہے آئینوں میں کُتّے امی ابا بچے عجیب وغریب نظر آ رہے ہیں سب کا حلیہ خراب ہو گیا ہے کُتّا بھی بالکل ٹیڑھا پتلا باؤلا لگ رہا ہے بچے کھیلوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں ابا کُتّے کو پکڑے کھڑے ہیں۔ اب کُتّے کو کُتّوں کے مخصوص علاقے Dog Area میں چھوڑ دیا گیا ہے واپس جاتے ہوئے ابو کُتّے کو لینے آئے تو وہ اتنی زور سے اچھلا کہ ہر طرف مٹی اڑنے لگی بچے کہہ رہے ہیں- Oh Floppy ہر کہانی کا مقصد لطف، مزہ، ہنسی، مذاق، enjoyment کیونکہ یہی زندگی ہے جان ہے تو جہان ہے یہی پیغام ہے — اسی لیے تعلیم بھی اب کھیل تماشہ بنا دی گئی ہے Fun to learn اسی کا نام ہے جس زندگی کا آغاز لہوولعب سے ہو اس زندگی میں سنجیدگی تحمل اور دینی اقدار مذہبی مزاج نبوی طریقے کیسے زندہ رہ سکتے ہیں لہٰذا لہوولعب کی دینی تعبیر و تفسیر عام ہو رہی ہے۔

تصویری کہانی ہے At School منے کی امی روتے دھوتے منے کو اسکول کے پہلے دن کھینچتے ہوئے اسکول میں زبردستی لے جا رہی ہے منے نے اسکول کے جنگلے کا کونا پکڑ لیا ہے وہ اندر نہیں جانا چاہتا ماں زبردستی کھینچ رہی ہے وہ رو رہا ہے بچے کھڑکی سے منے کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں ٹیچر بھالو لے کر منے کو بہلا رہی ہے پچکار رہی ہے آخر کار ماں زبردستی بچے کو اندر چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ یہ عجیب ماں ہے جو بچے کو گود میں اٹھانے کے بجائے کھینچا تانی کر رہی ہے محبت تو اس عمل سے ظاہر نہیں ہے منے میاں اندر جا کر بہت خوف زدہ ہیں۔ بچے ٹیچر انہیں محبت سے کھلونے دِکھاتے ہیں آخر کار لالچ میں منے میاں کلاس میں آ جاتے ہیں وہاں بچے عجیب عجیب کام کر رہے ہیں کلاس زبردست ہے کچھ بچے میز کرسی پر بیٹھ کر چھری چاقو کانٹے سے کھا رہے ہیں کچھ استری کر رہے ہیں کچھ پکا رہے ہیں کچھ کھیل رہے ہیں ہر طرف سامان ہی سامان ہے منے میاں بھی کھیل کے طلسم خانے میں گُم ہو جاتے ہیں وہ بھی کچھ پکانے لگتے ہیں اتنے مزے ارے یہ تو اسکول نہیں ہے یہ تو گھر میں کھیلوں کا کمرہ ہے منے کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اسکول کا وقت ختم ہو جاتا ہے امی منے کو لینے آتی ہیں منے میاں گھر جانے پر آمادہ نہیں ٹیچر خدا حافظ کہہ رہی ہیں منے میاں رو رہے ہیں جنگلہ پکڑ کر زور لگا رہے ہیں امی کھینچ تان کر رہی ہیں پہلے اسکول جانے پر راضی نہیں تھے اب اسکول سے آنے پر راضی نہیں ہیں۔ امی پہلے بھی منے کو کھینچ رہی تھیں اب بھی کھینچ رہی ہیں ماں کی مامتا سے محروم ایک کریہہ وجود ہے جو بچے سے زور آزمائی کر رہا ہے اسے گود میں اٹھاؤ پیار کرو۔ اسے اسکول کے جبر سے آزاد کرواتنے چھوٹے بچے کو اتنی کم عمر میں اسکول بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ ظاہر ہے یہ مشورہ عصر حاضر کے انسان کے لیے نامعقول، احمقانہ، ظالمانہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی عقلیت نے اس جبر کو بہ رضا و رغبت قبول کر لیا ہے۔ عہد حاضر کے لوگ پابندی، جبر، تسلط، کو سخت ناپسند کرتے ہیں لہٰذا جبر کوئی بھی ہو اسے ناپسند کیا جائے مگر یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں کے لیے فریڈم کا جبر قابل قبول ہے اسی لیے تو دو سال کے روتے ہوئے بچے کو بستر سے کھینچ کر مارتے پیٹتے ڈانٹتے ڈپٹتے چیختے چلاتے شور مچاتے ہوئے دھکے دے کر بغیر ناشتے کے ایک گاڑی میں جبراً بٹھا کر صبح سویرے قید خانے بھیج دیا جاتا ہے اور اس پر تمام مہذب انسان فخر کرتے ہیں تاریخ کے کسی معاشرے میں ایسا بدترین جبر کبھی نہیں ہوا نہ مذہب کے دور میں نہ بادشاہت کے دور میں نہ فلاسفہ کے دور میں یہ سرمایہ داری کا جبر ہے جو آزادی کے نام پر نہ صرف مسلط ہوا بلکہ تہہ دل سے تمام اقوام عالم، ملتوں اور امتوں نے مشترکہ طور پر قبول کر لیا۔ اور اس کی مذہبی دلیلیں بھی ایجاد کر لی گئیں۔ لبرل ازم کے عقیدوں کے عین مطابق جو جبر انسان مرضی سے قبول کر لیتا ہے اسے لبرل ازم میں آزادی کہا جاتا ہے جو مرضی سے قبول نہیں کرتا اسے جبر کے ذریعے آزادی قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے یہ جبر لبرل ازم میں عین عدل کہلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی جبر کو اپنی مرضی اور آزادی سے لیکن تعقل مذہبی [Religious rationality] کی بنیاد پر قبول کرتا ہے تو ایسی آزادی کو لبرل ازم میں آزادی نہیں پابندی، جہالت، ضلالت، گمراہی اور بدترین ظلم قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ جدید مغربی فلسفے (ماڈرن ازم اور پوسٹ ماڈرن ازم) کے مطابق ہر عاقل انسان آزادی ہی پسند کرتا ہے۔ کسی قسم کی خارجی [External] پابندی پسند نہیں کرتا مذہب کی پابندیاں آسمان سے آتی ہیں اور انسانی آزادی میں کمی کر دیتی ہیں۔ کانٹ نے انسان کی تعریف یہی کی ہے کہ جو کسی خارجی ذریعے سے وحی الٰہی سے، کسی عالم دین سے علم ہدایت روشنی نہیں لیتا تمام فیصلے عقلیت کی بنیاد پر کرتا ہے ہدایت کے لیے آسمان اپنے سے باہر، خارج کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ اپنے اندر جھانکتا اور عقل سے رجوع کرتا ہے کیونکہ انسان علم روشنی ہدایت میں خود کفیل ہے اسے کسی سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں تفصیلات کے لیے انٹرنیٹ پر کانٹ کا مضمون What is enlightenment کا مطالعہ کیجیے۔ اور اس کی تشریح فوکالٹ کے قلم سے پڑھیے فوکالٹ کا مضمون What is enlightenment کے نام سے نیٹ پر موجود ہے۔

جدیدیت کا عقیدہ ہے آزادی کے عقیدے پر ایمان لاؤ کہ عقیدہ دلیل سے ماورا ہوتا ہے۔ Believe in Freedom اس بارے میں کسی سوال اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو اس کا انکار کرے گا اس کے خلاف NATO، UNO، USA سب مل کر حملہ کریں گے۔ آزادی take for granted ہے یہ بدیہی، آفاقی سچائی ہے اس کی کوئی عقلی دلیل نہیں یہ دلیل کا نہیں ایمان کا معاملہ ہے آزادی کے عقیدے پر سب کو ایمان لانا ہوگا۔ جو آزادی کے عقیدے کا انکار کرے گا اسے قتل کر دیا جائے گا مائیکل مین کی کتاب The Dark Side of Democracy جمہوریت کے ذریعے آزادی کے عقیدے کے تسلط کے لیے دنیا بھر میں ہونے والے جمہوری قتل عام کی داستان بیان کرتی ہے جمہوریت پر امن طریقے سے نہیں آئی یہ قتل عام کے بعد مسلط ہوئی ہے۔ اسی آزادی کے لیے امریکیوں نے دس کروڑ ریڈ انڈین کو قتل کیا تفصیلات اسی کتاب میں پڑھیے، ظاہر ہے جب جمہوریت کے تمام مخالفین کو قتل کر دیا گیا تو دنیا پر امن ہو گئی لہٰذا اب جمہوریت پر امن طریقے سے آتی ہے اور دنیا کو بتایا جاتا ہے کہ جمہوریت ہی پر امن تبدیلی کا واحد راستہ ہے الجزائر، ترکی، بنگلہ دیش، مصر ہر جگہ پر امن طریقے سے جمہوریت آ رہی ہے۔ جدید تعلیمی اداروں میں جمہوریت کی خونی تاریخ نہیں پڑھائی جاتی عالم اسلام میں جمہوریت کو اسلام سے برآمد کر لیا جاتا ہے حضرت ابوبکر پہلے جمہوری وزیر اعظم ثابت کیے جاتے ہیں جبکہ اس جمہوریت میں نہ کسی کو الیکشن لڑنے کی اجازت تھی نہ الیکشن مہم چلانے کی نہ ووٹر لسٹ تھی نہ چیف الیکشن کمشنر۔ اس عظیم جمہوری۔ الیکشن کا نتیجہ ووٹنگ سے پہلے سنا دیا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہیں اور نتیجہ سنانے کے بعد سب بیعت کرنے یعنی ووٹ ڈالنے آ گئے اور کئی مہینوں تک بیعت کر کر کے ووٹ ڈالتے رہے ووٹ خفیہ ہوتا ہے یہ عجیب ووٹ ہے جو خفیہ نہیں اور ایک شخص کو حاکم منتخب کرنے کے بعد ڈلوایا جا رہا ہے اسلامی جمہوریت کی یہ شکلیں اسکولوں میں پڑھائی جا رہی ہیں۔

لبرل ازم کے عظیم سیاسی فلسفی جان رالز کا شارح Derben لکھتا ہے کہ جو شخص آزادی جمہوریت کی عقلی دلیل طلب کرتا ہے ایسے جاہل شخص کو کوئی جواب نہ دو اسے گولی مار دو ان موضوعات پر دلیل دینے کی بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سب الحق، الخیر، العلم ہیں یہ بدیہی حقیقتیں ہیں جو کسی دلیل کی محتاج [take for granted] نہیں۔ یہ self evident evedence ہیں۔

What Rawls is saying is that there is in a constitutional liberal democracy a tradition ofthought which it is our job to explore and see whether it can be made coherent and consistent... We are not arguing for such a society. We take for

granted that today only a fool would not want tolive in such a soceiety... If one cannot see the benefits of living in a liberal constitutional democracy, if one does not see the virtue of that .ideal, then I do not know how to convince him. Tobe perfectly blunt,sometimes I am asked,when I goaround speaking for Rawls, What do you say to an Adolf Hitler? the answer is [nothing] You shoot him. You do not try to reason with him. Reason has no bearing on this question. So I do not want to discuss it (Derben, On Rawls & Political Liberalism, 2003: 328-329)

اصلاً ہم بچے کوایک ماہ کی عمر میں ڈے کیئر سینٹر اور دیڑھ سال کی عمر میں اسکول کے سپرد کر کے اس کی آزادی سلب کررہے ہیں لیکن اپنی آزادی میں اضافہ کررہے ہیں کہ عصر حاضر کی ماں سے بچے کا بوجھ نہ اٹھایا جاتا ہے نہ اس کا شور گھر میں دن بھر برداشت کیا جاسکتا ہے۔ بچے، ماں اور گھر والوں کی آزادی کا تقاضہ یہی ہے کہ بچے کو ڈے کیئر سینٹر یا اسکول بھیج کر آزاد کردیا جائے۔ جس معاشرے میں ڈے کیئر سینٹر کھلتے ہیں اسی معاشرے میں اولڈ ہوم بھی کھولنے پڑتے ہیں جب ماں باپ کے پاس بچے کے لیے وقت نہیں ہے انہیں سرمایہ اور آزادی چاہیے تو بچے کے پاس بھی آپ کے بڑھاپے میں آپ کی خدمت کے لیے وقت نہیں ہے اسے بھی سرمایہ اور آزادی چاہیے یقیناً ڈے کیئر سینٹر، اسکول، اولڈ ہوم ہماری آزادی میں بے پناہ اضافہ کردیتے ہیں۔لیکن کیا ہمیں آزادی کی منحوس شکلیں قبول ہیں؟ ہماری اسلامی تاریخ میں اور دنیا کی تیئس بڑی تہذیبوں میں یہ تینوں ادارے کیا موجود تھے بلکہ ان تہذیبوں میں ہسپتال، جیل خانے، ہوٹل، ریسٹورینٹ، پاگل خانے، زچہ خانے، بھی نہیں تھے تو سوال یہ ہے کیوں نہیں تھے؟ ہابیل، قابیل، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضور اکرمؐ میٹرنٹی ہوم کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ اہرام مصر دمشق کی اموی مسجد، تاج محل، قرطبہ، عاد وثمود، مصر، روم، یونان، ایران، چین، ہندوستان اور بابل ونینوا کے عجائبات تعمیر کرنے والے اسکول کالج انجینئرنگ یونیورسٹی، آرٹ اسکول کے بغیر یہ کمالات کیسے تخلیق کرتے تھے؟ کم ازکم ان سوالات پر غور کی ضرورت تو ہے۔

اللہ کی عبادت بچے پر سات سال میں فرض ہوتی ہے مادہ پرستی، ترقی، مال ودولت کی عبادت ایک سال کی عمر سے پہلے فرض ہوجاتی ہے اس کا نام آزادی ہے۔ایک جانب مغرب تنوع کی بات کرتا ہے دوسری جانب اسکول میں خاص قسم کا لباس پہنا کر تنوع ختم کردیا جاتا ہے اللہ کے گھر میں عبادت کے لیے آنے والوں کے لیے لباس کی کوئی خاص شکل یا رنگ مخصوص نہیں کیا گیا مگر اسکول میں خاص لباس کے بغیر داخلہ ممنوع ہے اسے آزادی کہتے ہیں۔یعنی حصول آزادی کے لیے پابندی کا سخت ترین نظام بہت سے ملکوں میں تعلیم لازمی ہے اس کے بغیر آزادی نہیں مل سکتی۔ دوسرے معنوں میں لوگوں کو آزادی، سرمایہ داری، لبرل ازم، سیکولر ازم کا جبر نظر نہیں آتا اسلام کا جبر سب کو نظر آجاتا ہے آزادی کا ہر جبر جائز قانونی اور حقیقی ہے مذہب کا تھوڑا سا جبر بھی ناجائز غیر قانونی ہے۔اسکول آزادی اور سرمایہ [School is the tyrany of freedom & Capital] کا جبر ہے یہ جبر عین حق ہے۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ تعلیم اور عورتوں کی تعلیم پر اس قدر زور کیوں ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ عورت کو مرد کے برابر لانے بلکہ مرد جیسا بنانے کا فائدہ کسے ہے اور کیسے ہے؟ تعلیم عام کرنے کے لئے مغربی ممالک اربوں کھربوں روپے کیوں خرچ کررہے ہیں UNO تعلیم عام کرنے کے لئے Marriage Free Zone تو بنا رہے ہیں لیکن Rape Free Zone کیوں نہیں بنا رہے۔ان سوالوں کے جواب اس صدی کے سب سے بڑے سیاسی فلسفی John Rawls نے اپنی آخری کتاب میں کس خوبصورتی سے دیا ہے

China have imposed harsh restrictions on the size of faimlies & have adopted other draconian measurs but there is no need to be so harsh. Instructive here is the Indian state of Kerala, which in the late 1970s empowered women to vote & to participate in politics to receieve & used education & to own & manage wealth & property. As a result, within several years Kerala's birth rate fell below china's without invoking the corecive powers of the state. China's birth rate in 1979 was 2.8 Kerala's 3.0. In 1991 these rates were 2.0 & 1.8 respectively. [John Rawls., *The Law of People with the Idea of Public Reason Revisited*, Harvard University Press, USA. 2003, p. 110]

چھٹی کتاب کا نام ہے *A Good Trick* بہت بڑے ڈبّے سے غالیچہ A- rug نکالا جارہا ہے بچے حیرت سے دیکھ رہے ہیں غالیچے کے نیچے سفید چادر A Sheet ہے اسے اتارا گیا اس کے اندر سے بڑا ڈبہ A big box نکلا اب عورت مرد اس ڈبّے کو اوپر اٹھاتے ہیں اس کے اندر سے ایک چھوٹا ڈبہ A little box نکلتا ہے اب عورت مرد پوچھتے ہیں بتاؤ اس کے اندر کیا ہے ڈبہ کھلتا ہے اس کے اندر سے مسکراتا ہوا بچہ نکلتا ہے جس کا نام ہے Kipper یہ ہے ترکیب Trick۔ پری نرسری کے بچے کو کرتب اور شعبدے بتائے جارہے ہیں مگر کیوں؟ کیا وہ حقیقت اور شعبدے میں فرق کرسکتا ہے؟

اور اب ساتویں مگر آخری کتاب پڑھیئے۔Six in a Bed امی ابو بستر میں لیٹے ہوئے رسالہ اور کتاب پڑھ رہے ہیں کمرہ نہایت شاندار مسہری زبردست اس پر چار موٹے موٹے نرم نرم تکیے امی ابو کے سرہانے ٹیبل لیمپ دیوار میں نصب ہیں الگ الگ تا کہ روشنی کتابوں پر آئے چھوٹا بچہ بھی کتاب لے آتا ہے کمرے کے کونے پر کھڑا ہو کر جھانکتا ہے امی ابو اسے دیکھتے ہیں تو اپنے بستر پر بلا لیتے ہیں وہ دونوں کے بیچ میں بیٹھ جاتا ہے اپنی کتاب پڑھنے لگتا ہے امی ابو اپنی کتاب رسالہ رکھ کر اس کے ساتھ مصروف ہوجاتے ہیں بڑا بھائی بھی اپنا کھلونا لے کر امی ابو کے کمرے میں جھانکتا ہے دونوں اسے بھی بلا لیتے ہیں وہ بھی مسہری پر چڑھ جاتا ہے اپنا بھالو ابا کے پاس رکھ دیتا ہے اور چھوٹے بھائی کی کتاب میں دلچسپی لیتا ہے اشارہ کرتا ہے بڑی بہن بھی اپنا بھالو لے کر پہنچ جاتی ہے امی ابا اسے دیکھتے ہیں تو اسے بھی بستر پر بلا لیتے ہیں وہ اپنی امی کے ساتھ بیٹھ جاتی ہے بھالو رکھ دیتی ہے اور چھوٹے بھائی کی کتاب میں دلچسپی لیتی ہے اب گھر کی آخری عظیم ہستی کُتّے صاحب بھی تشریف لے آتے ہیں وہ تنہائی کا شِکار ہوگئے ہیں لہٰذا وہ بھی دروازے سے جھانکتے ہیں امی ابو ابھی غور کررہے ہیں کہ حضرت کے ساتھ کیا معاملہ کریں وہ چھلانگ لگا کر مسہری پر چڑھتے ہیں مسہری پہلے ہی وزن سے ڈانواڈول تھی اب جو کُتّے کا وزن آیا تو مسہری کا توازن بگڑ گیا ایک پایا ٹوٹ گیا سب لوگ چیخ رہے ہیں بھالو صاحب نیچے گر رہے ہیں، بہن بھی نیچے گر رہی ہے۔

ان کتابوں میں کس قسم کی معاشرت کس قسم کا طرزِ زندگی بتایا گیا ہے؟ کتاب بچے کے لیے پری نرسری کی سطح پر آئیڈیل ہوتی ہے کیوں کہ اس کی شخصیت بننے کے عمل میں ہوتی ہے پڑھایا وہ جاتا ہے جو عالی مثالی ومعیاری [Superior, Ideal, Standrised] ہو — آپ کے دین، تاریخ، تہذیب، علمیت اور کلیت سے ہم آہنگ ہو تو کیا یہ نصابی کتابیں اس معیار پر اترتی ہیں؟

آکسفرڈ کی یہ کتابیں ایک خاص طبقۂ اشرافیہ [Elite Class] کے طرزِ زندگی کی ترجمانی کرتی ہیں جس کا حصول ننانوے اعشاریہ ننانوے فی صد لوگوں کے لیے قیامت تک

ناممکن ہے آپ اعشاریہ ایک فی صد لوگوں کے طرزِ زندگی کو معیاری اور مثالی طرزِ زندگی کے طور پر پیش کر کے بچوں کو کس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟ دنیا کی طرف یا آخرت کی طرف حقیقت کی طرف یا خواب کی طرف۔ مادہ پرستی کی طرف یا خدا پرستی کی طرف —— جو بچہ اپنی کتابوں میں ایک خاص مادہ پرستانہ، پرتعیش، چھچھورے، غیر ذمہ دارانہ، غیر اخلاقی، احمقانہ، جاہلانہ طرزِ زندگی کو دیکھے گا کیا وہ اس سے مختلف طرزِ زندگی کو حیرت یا حقارت کے ساتھ نہیں دیکھے گا؟ وہ کتابوں میں بتائے گئے اس غیر حقیقی، ناممکن طرزِ زندگی کے حصول کا خواب بچپن سے دیکھے گا اور جب اسے پا نہ سکے گا تو یقیناً وہ خود کو محروم مجبور بے بس اور بے کس تصور کرے گا جدید سیکولر نظامِ تعلیم اس طرزِ زندگی کے حصول کی آرزو اور جستجو کو زندگی کا اصل ہدف بناتا ہے مختصراً اس نظام کا مقصد ناممکن کی جستجو ہے اور جو ممکن ہے اس نظامِ تعلیم کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے —— کیا ان کتابوں سے بچے کی مذہبیت، اخلاقیات، ارادوں، عزائم، خواہشات، میں بنیادی نوعیت کا تغیر واقع نہیں ہوگا؟

اس تجزیے کے ذریعے اس طریقے کو متعارف کرنے کی کوشش کی گئی جس کے ذریعے تمام اسلامی اسکولوں کے مخلص منتظمین اساتذہ، مالکان سرپرست اپنے نصاب کا ازسرنو جائزہ لیں اور کسی مشترکہ نئے نصاب کے انتظار کے بجائے موجودہ میسر نصاب میں فوری اصلاح کا آغاز کردیں۔

جدید اسکول کا نظامِ تعلیم عقلیت آزادی لذت پرستی افادہ پرستی نتائجیت پرستی حسیت پرستی، تجربیت اور حقوق طلبی [Rationalism/ Freedom/ Hedonism/ utalitarianism/ Pregmatism/ Emprialism/ Demand of Rights] کے عقائد کی تعلیم دیتا ہے اور اسی کے مطابق نسل نو کی تعلیم و تربیت کرنا ہے لہٰذا ان اداروں سے نکلنے والا وجود صرف ایک مادی وجود ہوتا ہے وہ نورانی، روحانی، ایمانی اور اخلاقی وجود نہیں ہوتا اسی لیے جدیدیت کے منہاج میں انسانی نفس ایک آزاد، خود مختار، فاعل مطلق، حق خود ارادیت کا حامل ہے۔ جس کے تزکیہ نفس کا کوئی نظام کسی نظریے (لبرل ازم، نیشنل ازم، سوشلزم، ہیومن ازم، فاشزم، فیمن ازم، انارکزم) میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

امراء القیس کے بارے میں رسالت مآب نے فرمایا تھا کہ وہ شاعر تو بہت اچھا ہے مگر قیامت کے دن جہنمیوں کا سردار ہوگا رسالت مآب کا فرمان یہ بتاتا ہے کہ آرٹ خواہ کس قدر قابل قدر ہی کیوں نہ ہو اگر وہ اخلاقی اقدار سے آزاد ہے تو اس کی اقدار تہذیب کے لیے تباہ کن ہوں گی کیونکہ اخلاقیات سے آزاد ہونے کے بعد صالح زندگی تو درکنار انسانی زندگی بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ امراء القیس کی شاعری کی طرح جدید سیکولر تعلیمی نظام بھی بہت اچھا ہے مگر اس نظام سے نکلنے والوں کی منزل جنت نہیں یہ نظام جنت کی طرف رہنمائی کرنے سے قاصر ہے کم ازکم یہ بات تو ہمیں تسلیم کر لینی چاہیے۔

سیکولر نظامِ تعلیم میں اسلامیات کا ایک پیریڈ پڑھانے تجوید، ترجمے اور دعائیں یاد کرانے سے کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آسکتی کیونکہ جو ذہنی سانچہ اور فکری ڈھانچہ یہ نظامِ تعلیم تخلیق کرتا ہے اسے اسلام کی جزوی تعلیم سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ برطانیہ کے تمام تعلیمی اداروں میں انجیل کی تعلیم لازمی ہے مگر وہاں کے اسکولوں اور معاشرے کی مجموعی اخلاقی صورت حال کیا ہے یہ سب کے علم میں ہے کچھ یہی حال عالم اسلام کے اسکولوں کا ہے۔

آزادی مساوات اور ترقی کے عقیدے کے نتیجے میں تزکیہ نفس، اخلاقیات، انسان کے باطن کی تعمیر، اس کی اصلاح جدید لبرل سیکولر جمہوری غیر جمہوری ریاست کے اہداف میں شامل نہیں رہی اس کا نتیجہ امریکہ اور یورپ میں کیا نکلا تمام نسلیں مجرم، بدکردار اور گناہوں میں گرفتار ہیں اخلاقی طور پر ان کا جو حال ہے وہ ——— وہائٹ ہاؤس سے صدر اوبامہ کی ہدایت پر جاری ہونے والی رپورٹ Rape & Sexual Assualt: A Reviewed Call to Action , Jan 2014 میں پڑھیے یہ رپورٹ ——— دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت سب سے زیادہ آزاد تعلیم یافتہ ترقی یافتہ قوم امریکہ کی بدترین حالت سے آگاہ کرتی ہے جو ہر پاکستانی کا آئیڈیل ملک ہے۔ یہ رپورٹ وہائٹ ہاؤس کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ رپورٹ کے مطابق ۲۲ ملین امریکی عورتوں اور دو ملین لڑکوں سے جبری زنا کیا جاتا ہے رضامندی سے ہونے والے کروڑوں زنا اس فہرست میں شامل نہیں اسکول یونیورسٹی اور کالج میں جبری زنا کی وارداتیں سب سے زیادہ ہوتی ہیں جبری زنا کرنے والے تمام مرد لڑکیوں کے جگری دوست عشاق، ہم مشرب و ہم مسلک قریبی رشتہ دار، اعتماد کے لوگ اور خونی رشتوں والے ہوتے ہیں ان اداروں میں صرف عورت ہی نہیں مرد بھی محفوظ نہیں ہے ان کی عزتیں بھی لوٹی جاتی ہیں۔ امریکی فوج میں عورتیں اور مرد بھی بڑے پیمانے پر جنسی درندگی کا شکار ہیں رپورٹ میں سرحدوں کے ان محافظوں کی عزت کی حفاظت کے لیے تجاویز دی گئی ہیں۔ جو ملک اپنی فوج کی عورتوں کی عزت کی حفاظت نہیں کرسکتا وہ دنیا بھر کو آزادی کا سبق سنانے کے لئے نکلا ہوا ہے۔

Nearly 22 Million have been raped in their life time, 1.6 million men have been raped during their lives. [p.1]

رپورٹ بتاتی ہے کہ اسکول، کالج، یونیورسٹی میں نشانہ بننے والے [صرف ۱۲ فی صد مظلوم جنسی دہشت گردی کی] رپورٹ درج کراتے ہیں

On average only 12% of students victims report the assault to law enforcement. [p.14]

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر دوسری لڑکی جنسی درندگی کا شکار ہے ترقی اور تعلیم کے لیے مغرب کی عورت کو یہ ظلم گوارا ہے یہ اعتراف بھی کیا گیا ہے کہ امریکی ثقافت جبری زنا کاری کی اجازت دیتی ہے رپورٹ کے مطابق امریکی ثقافت میں ابھی تک مرد یہ سمجھتے ہیں کہ عورت خود مرد سے جنسی تعلق قائم کرنا چاہتی ہے یعنی عورت کو اسی مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

Sexual assault is perrasive because our culture still allows it to persist .[p. 33] .... women want to be raped and ask for it. [p. 27]

تعلیم کے ذریعے ترقی کرنا ہے تو یہ تکالیف برداشت کرنا ہوں گی آزادی کا حصول ان آلام، آزمائشوں، تکالیف کے بغیر ممکن نہیں یورو پی یونین کا حال اس سے زیادہ بدتر ہے FRA کی ویب سائٹ پر یوروپی یونین میں عورتوں کے ساتھ جنسی دہشت گردی کے ہولناک اعداد و شمار دیے گئے ہیں 53% عورتوں کو شکایت ہے کہ مرد انھیں گھر سے باہر، بازار میں، اسکول، کالج، یونیورسٹی، دفاتر میں غلیظ نگاہوں سے گھورتے رہتے ہیں 38% عورتوں کے ساتھ کئی مرتبہ جبری زنا کاری کی گئی ہے ۱۳ سال کی لڑکی سے لے کر ۷۳ سال تک کی عورت کو ای میل کے ذریعے فحش اور گندے پیغامات موصول ہوتے ہیں۔

[FRA] یوروپین ایجنسی فار فنڈامینٹل رائٹس نے یوروپی یونین کے ۲۸ ممالک میں عورتوں کی بے حرمتی، عزت، عصمت، عفت اور حرمت کی پامالی کی جو حیرت ناک، شرم ناک اور افسوس ناک کہانی [Violence against women: an Eu -wide survey. Main results] تحقیق کی روشنی میں بیان کی ہے ——— رپورٹ کے مطابق ایک سال میں ایک کروڑ بیس لاکھ عورتوں کو جسمانی تشدد کا سامنا کرنا ——— پڑا تشدد صرف جوان لڑکیوں پر نہیں پچھتر سال کی بوڑھی عورتوں پر بھی ہوا یہ کیسی انسانیت ہے کہ بوڑھے لوگ بھی اس ظلم سے محفوظ نہیں۔

یوروپی یونین کے ۲۸ ممالک کی چار کروڑ عورتوں یعنی اٹھارہ فی عورتوں نے شکایت کی ہے کہ مرد انھیں گھورتے، تاکتے، اور جھانکتے ہیں ان کے گھر اور دفتر تعلیم گاہوں کے باہر راستے میں یہ مردان کو حریصانہ

اور مریضانہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔

An estimated 13 million women in the EU have experienced physical violence in the course of the 12 months before the survey interviews. This corresponds to 7% of women aged 18-74 years in the EU.

An estimated 3.7 million women in the EU have experienced sexual violence in the course of the 12 months. This corresponds to 2% of women aged 18-74 years in he EU.

One in 20 women (5%) has been raped since the age of 15. This figure is based on responses to the survey question Since you were 15 years old until now how often has somone force you into sexual intercourse by holding you down or hurting you in some way?

In the EU-28 , 18% of women have experienced stalking since the age of 15 and 5% of women have experienced stalking. This corresponds to about 9 million women in the EU 28 experiencing stalking. To her they had been in a situation where obtain this finding, women were asked in the survey interview whet the same person had been repeatedly offensive of threatening towards them with respect to a list of different actions for example whether the same person has repeatedly Loitered or waited for you outside your home workplace or school without a legitmate reason? or Made offensive threatening or silent phone calls to you?

Forms of sexual cyberharassment since the age of 15 and in the 12 months before the survey, including unwanted sexually explicit emails or sms messgaes that were offensiv.

Some 12% of women indicate that they have experienced some form of sexual abuse or incident by an adult before the age of 15 which corresponds to about 21 million women in the EU. The results show that 30% of women who have experienced sexual victimisation by a former or current partner also experienced sexual violence in childhood. Of those women who have not experienced sexual victimisation in their current or former relationship 10 % indicate experiences of sexual violence in their childhood.

Half of all women in the EU (53%) avoid certain situations or places at least sometimes for fear of being physically or sexually assaulted in comparison existing surveys on crime victimisation and fear of crime show that far fewer men restrict their movement.

امریکہ اور یوروپ میں سب سے زیادہ جبری زنا تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔ رضا مندی سے ہونے والا زنا جرم نہیں لہٰذا اس کے اعداد و شمار جمع نہیں کیے جاتے۔ تعلیم کا مقصد آزادی اور سرمایہ ہے جس کے ذریعے ترقی کا حصول ممکن ہے لہٰذا ہر ایک ترقی کے لیے یہ مظالم برداشت کرتا ہے واضح رہے کہ امریکہ یورپ میں پولیس صرف تین منٹ میں موقع واردات پر پہنچتی ہے۔ تب زنا کاری کا۔ یہ حال ہے۔ ان ملکوں میں جنسی درندگی کا یہ حال سو فی صد تعلیم عام ہونے کے بعد ہوا ہے تعلیم سے تہذیب، اخلاق، ادب، شرافت پھیلتی ہے__ یہی عام خیال ہے لیکن عملاً کیا ہو رہا ہے۔ لامحدود ترقی ایک خواب ہے مگر ہر ایک یہ خواب دیکھ رہا ہے اس خواب کے لیے عورت مرد اپنی عزت تعلیم گاہوں میں قربان کرنے پر آمادہ ہیں۔ لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ اس محدود [finite] دنیا میں کیا لامحدود [infinite] ترقی ممکن بھی ہے؟ ایک محدود انسان جو کل مر جائے گا اتنی لامحدود ترقی کیوں چاہتا ہے؟ اور ترقی بھی اپنی عصمت عزت اور حرمت کی قیمت پر!

Kenneth Bouding کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس محدود دنیا میں لامحدود ترقی حاصل کرنا چاہتا ہے تو یا تو وہ پاگل ہے یا ماہر معاشیات Any one who believes growth can be infinite in a finite world is either a mad man or an economist. لیکن دنیا میں ایسے پاگلوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور تعلیمی نظام ہی ان کی پیداوار کا اصل مرکز ہے۔

جدید صنعتی غذائیں جو کیمیائی مادوں سے تیار کی جاتی ہیں اس کے استعمال کا نتیجہ مغرب میں یہ نکلا ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کی بلوغت کی عمر سات سال کم ہو گئی ہے پہلے جو لڑکی سترہ سال میں بالغ ہوتی تھی اب دس سال میں بالغ ہو رہی ہے ظاہر ہے اس سے مارکیٹ کو فائدہ ہے صارفین یعنی خریداروں [Consumers] کی تعداد بڑھ رہی ہے جس سے پیداوار [Production] بڑھ رہی ہے اور کارپوریشن کا منافع [Profit] بھی اندھا دھند بڑھ رہا ہے۔ بلوغت کی عمر اسی رفتار سے کم ہوتی رہی تو ہر پیدا ہونے والا بچہ بالغ پیدا ہوگا یہ کیسا خطرناک جنسی بحران ہوگا؟ یہ بحران ترقی کی قیمت ہے؟ مغرب میں بلوغت کی عمر کم ہونے پر کسی کو تشویش نہیں۔

'Today most doctors accept that the age of onset of puberty is dropping steadily.

Consider the statistics provided by German researchers. They found that in 1860, the average age of the onset of

puberty in girls was 16.6 years. In 1920, it was 14.6; in 1950, 13.1; 1980, 12.5; and in 2010, it had dropped to 10.5. Similar sets of figures have been reported for boys, albeit with a delay of around a year. [The Observer, Sunday 21 October 2012]

آزادی، اعلیٰ تعلیم، زبردست سائنسی معاشی ترقی کرنے والے امریکہ میں روزانہ ۸۵ لوگ خودکشی کرتے ہیں ہر سترہ منٹ کے بعد ایک امریکی خودکشی کرتا ہے یہ اعداد و شمار نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ NIMH امریکہ کے ہیں اور نصابی کتاب *Abnormal Psychology* میں شامل ہیں

About 31000 people kill themselves each year in USA which averages to nearly 85 poeple per day or one pereson every 17 minutes. [Susan Nolen Hoeksema , *Abnormal Psychology*, McG Raw - Hill USA 2004, p.332]

امریکہ میں پچاس فی صد نوجوان اپنے اردگرد خودکشی کی کوشش کے کسی نہ کسی واقعے سے واقف ہوتے ہیں۔ یعنی خودکشی امریکہ میں زندگی کے معمولات کا حصہ ہے۔ امریکہ میں ہر چار میں سے ایک نوجوان خودکشی کی کوشش کرتا ہے۔ پندرہ سال سے ۲۴ سال کے امریکیوں میں موت کا تیسرا بڑا سبب خودکُشی ہے۔ امریکہ کے تین فی صد لوگ زندگی میں کبھی نہ کبھی خودکشی کی کوشش کرتے ہیں اور امریکہ کی ——— پانچ سے لے کر سولہ فی صد آبادی زندگی میں کبھی نہ کبھی خودکشی کے بارے میں سوچتی ہے۔ مسئلہ صرف امریکہ کا نہیں _____ جدیدیت، مغربیت، سیکولر تعلیم، آزادی، مساوات، ترقی کا عقیدہ جن ملکوں میں جڑ پکڑ چکا ہے وہاں خودکشی کی رفتار یہی ہے اس ترقی یافتہ، جدید، حسین آرام دہ دنیا میں سالانہ دس لاکھ لوگ خودکشی کے ذریعے مرجاتے ہیں بیس لاکھ لوگ خودکشی کی ناکام کوشش کرتے ہیں تاریخ انسانی کی تیئس تہذیبوں میں کبھی ایسی صورت حال پیدا نہ ہوئی۔ ایسی ترقی، ایسی سائنس، ایسی ٹکنالوجی، ایسی آزادی مساوات اور جمہوریت کو لے کر کیا کریں جو لوگوں سے زندگی کی امنگ، لگن اور ترنگ تک چھین رہی ہے۔ امریکہ سمیت تمام ترقی یافتہ ملکوں میں آزادی مساوات ترقی حاصل کرنے والی جدید عورت جو خود کو تاریخ انسانی کی سب سے زیادہ آزاد اور خوش نصیب عورت سمجھتی ہے سب سے زیادہ خودکشی کرتی ہے۔ مذہبی، تنگ نظر، اندھے بہرے گونگے الہامی، دینی، روایتی، ان پڑھ، جاہل معاشروں میں کبھی عورت نے خودکشی نہیں کی تو کیوں؟ آزاد، تعلیم یافتہ خوش حال عورت خودکشی کیوں کررہی ہے؟ گزشتہ ساٹھ سال میں خودکشی میں اضافے کی شرح عام لوگوں میں بہت کم رفتار سے بڑھی ہے لیکن بچوں اور نابالغوں میں خودکشی کی شرح میں تین سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔ نو بالغوں میں بچوں اور بالغوں سے زیادہ خودکشی کا رجحان ہے۔ کالج میں پڑھنے والے طالبان میں خودکشی کی شرح سب سے زیادہ ہے وہ داخلہ لیتے ہی خودکشی کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں تعلیم ترقی کا زینہ ہے مگر موت کا کنواں بھی ہے اسی لئے امریکہ میں کالجوں میں داخلہ لینے والے نو فی صد طلباء خودکشی کو ترقی، تعلیم پر ترجیح دیتے ہیں ____ سنہرے مستقبل کی امید مگر امتحان میں ناکامی۔ ان کے خواب بکھیر دیتی ہے زندگی کا مقصد ترقی ہے ناکامی کے بعد ترقی کیسے حاصل ہوگی کالجوں کے ایک فی صد طالبان خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔ ۴۴ فی صد بوڑھے لوگوں کی خودکشی کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان سے دور اولڈ ہوم میں تنہا زندگی پسند نہیں کرتے وہ تنہائی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔

Nearly half of all teenagers in the USA say that they know someone who has tried to commit sucide. [p. 330, ibid]

One in four teenagers admits to attempting or seriously contemplating suicide. [p. 330, ibid]

suicide the third leading cause among people 15 to 24 years of Age. [p. 330, ibid]

3 Percent of the population contemplate sucide at sometime in their lives, & between 5 & 16 percent Report having had suicidal thoughts at sometime. [p. 332, ibid]

1 million people die by suicide and 2 million other people make suicide attempts each years [p. 332, ibid]

Rates of suicide in women would be much higher than in man. Indeed three times more women than men attempt to suicide. [p. 333, ibid]

The over all rate of suicide in the general population has slightly increased over the past 60 years but the rate among children & adolescents has sky rocketed by nearly 300 percent. [p. 334, ibid]

Young adults are more likely than adults of any other age to think about commiting suicide. [p. 334, ibid]

Students in colleges 9 percent said thay had thought about committing suicide since entering college and 1 percent said they had attempted suicide while at college. [p. 336,ibid]

44 percent older people who committed suicide had said they could not bear being placed in a nursing home and would rather be dead. [p. 336,ibid]

مغرب میں جنسی دہشت گردی اور خودکشی کی بدترین صورت حال جدید تعلیم اور ترقی کے ایجنڈے کا لازمی نتیجہ ہے پاکستان کے شہروں میں بھی اسی صورت حال کا سامنا ہے جدید اسکولوں اور معاشرے میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے مگر ہم نے آنکھیں بند کرلی ہیں مغرب کی پیروی کا یہی انجام ہے ستارایدھی کے جھولے میں حرامی بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کس خطرے کی علامت ہے؟ ایک جانب بچے پھینکے جارہے ہیں دوسری جانب اخبارات میں بچہ پیدا کرنے والے ہسپتالوں کے اشتہار چھپ رہے ہیں ٹی وی کے پروگراموں میں بے اولاد امیر جوڑوں کو بچے بانٹے جارہے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ یہ سب کیا تماشہ ہے ایک جانب شادی والوں کے بچے پیدا نہیں ہو رہے دوسری جانب شادی کے بغیر بچے پیدا ہو رہے ہیں یہ سب ماس میڈیا اور ماس ایجوکیشن [Mass Education] کا نتیجہ ہے۔

دنیا بھر میں ابلاغ عامہ [Mass Media] سے پروپیگنڈے کے ذریعے دیہی زندگی حقیر بنادی گئی یہ اس حقیر، ذلیل زندگی سے چھٹکارے کا راستہ تعلیم ہے۔ تعلیم عام ہونے کے نتیجے میں دیہات سے شہروں تک بڑے پیمانے پر نقل مکانی [Mass Migration] ہو رہی ہے ۲۰۱۵ء تک دنیا کی ساٹھ فیصد آبادی شہروں میں ہوگی دیہاتوں کی زمینوں اور کاروبار پر ملٹی نیشنل کارپوریشن کا قبضہ ہوگا۔ تعلیم عام [Mass education] ہونے کے بعد چھوٹے کاروبار، ذاتی تجارت، خاندانی ہنر نسل در نسل چلے آنے والے آبائی فنون، دستکاری، گھریلو صنعتیں، خاندانی زراعت وغیرہ سب ختم ہوجائیں گے۔ کیونکہ لوگ ان پیشوں، صنعتوں کاموں کو حقیر ذلیل سمجھنے لگتے ہیں آج کل دیہاتوں میں ریوڑ چرانے والے دستیاب نہیں ہیں یہ کام بچے کرتے تھے ان کو چائلڈ لیبر کہا گیا اور ترقی کے لیے تعلیم کے سپرد کردیا گیا۔ کھیتوں میں کام کرنے والے کم ہوگئے ہیں سب شہر جاکر ترقی کرنا چاہتے ہیں انھیں میڈیا اور تعلیم کے ذریعے یقین دلا دیا گیا ہے کہ وہ غیر ترقی یافتہ ہیں ترقی کی اصطلاح دنیا کی کسی تہذیب میں موجود نہ تھی مغربی استعمار کی اس اصطلاح کا اصل مطلب کیا ہے اس کے لیے Development Dictionary کا مطالعہ کیجیے ترقی کے نتیجے میں لوگ اپنے آبائی علاقوں، تاریخ

،تہذیب، آبائی پیشوں، خاندان سے کٹ کرلوگ اداروں کے غلام بن رہے ہیں۔سرمایہ دارانہ نظام کوسستے مزدورمل رہے ہیں جب عورتیں بھی تعلیم پا کرمردوں کے شانہ بشانہ ہوں گی تو کارپوریشن کومزید سستے مزدورملیں گے۔شہروں کے اندرروایتی اجتماعیتیں بڑے پیمانے پرمنتقلی [Mass Mobilization] کے باعث تتر بتر ہورہی ہیں اجتماعیت [Collectivity] کی جگہ ہجوم [Mass] نے لے لی ہے انسان شہروں کی بھیڑ میں تنہارہ گیا ہے اپنی جڑ سے کٹنے کے بعدوہ دیہاتوں کی طرف واپس جانے کے قابل نہیں رہا اپنے ہی وطن میں اجنبی اس مسافر کا ماضی حال اور مستقبل اس مریض ہجر کی طرح ہے جوامید سحر سے محروم ہے۔شہروں میں غیرفطری بے پناہ آبادی نے افقی عمارتوں کا ایک بے ہنگم جنگل کھڑا کردیا ہے معاشرتی ثقافتی روایتی تعلیمات ختم ہوگئی ہیں کوئی کسی کونہیں جانتا لہٰذا تمام جدید بڑے شہر جرائم کے سب سے بڑے مراکز ہیں جرائم اور مجرموں کے انسائیکلو پیڈیا چھپ رہے ہیں۔بلاشبہ دنیا میں سب سے زیادہ بہترین تعلیم ۔ترقی یافتہ مغربی ملکوں میں ہے سوفی صد لوگ تعلیم یافتہ بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ نفسیاتی مریض، سب سے زیادہ پاگل، سب سے زیادہ جنونی، وحشی سب سے زیادہ بیمار، سب سے زیادہ طلاقیں، ٹوٹے ہوئے گھر، آوارہ نسلیں، سب سے زیادہ جنسی درندے، سب سے زیادہ مجرم، سب سے کم بچے، سب سے کم شادیاں، سب سے زیادہ نا کاری، سب سے زیادہ حرام رشتوں سے جنسی تعلقات [Incest Relation] سب سے زیادہ تنہائی بے سکونی اور خودکشیاں، گھروں سے محروم سب سے زیادہ بوڑھے بچے عورتیں، انہی ترقی یافتہ ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔

یوروپ، امریکہ، روس، چین، لاطینی امریکہ، اسکینڈے، نیومن ممالک یعنی دنیا کی تیس فی صد آبادی میں دنیا کے اسی فی صد جرائم ہوتے ہیں۔ستر فی صد غیرترقی یافتہ اور غیرتعلیم یافتہ ممالک بہت کم مجرم پیدا کرتے ہیں۔انٹرنیٹ پر برطانیہ کے ہوم ڈپارٹمنٹ اور CIA کی ویب سائٹ پر اعدادوشمار دیکھے جاسکتے ہیں۔

بیسویں صدی کے اختتام پر امریکا میں نوے فیصد لوگ کسی نہ کسی ادارے میں نوکری کرتے ہیں سوال یہ ہے کہ وہ پہلے آزاد تھے یا اب آزاد ہیں؟

Under capitalism it is the unintended but nonetheless unavoidable outcomes, witness the fact that in that home of 'free enterprise' the USA, ninety percent of the employed now work in organization of one kind or another, whereas at the beginning of the century ninety percent were self employed [GAI EATON; *King of The Castle: Choice & Responsibility In Modern World*, Suhail Academy, Lahore 1981, P-24]

پاکستان میں ابھی تک چھیاسی فیصد لوگ ۲۰۱۴ء میں اپنا کاروبار کرتے ہیں وہ اداروں میں ملازمت نہیں کرتے صرف بارہ فی صد لوگ بینکوں میں کھاتے رکھتے ہیں اٹھاسی فی صد لوگوں کا جدید معاشی بنکاری نظام سے کوئی تعلق نہیں پاکستان کی معیشت دنیا کی مضبوط ترین معیشت ہے آزاد معیشت ہے نہ برآمدات کی محتاج ہے نہ درآمدات کی۔مگر اس کو تباہ کرکے امریکہ اور مغرب کی طرح تمام لوگوں کو عالمی سرمایہ دارانہ اداروں کا غلام بنانے کی کوشش ہورہی ہے۔پاکستان میں Macro اور Metro اس کا ثبوت ہیں پھل والے، مچھلی، مرغی، سبزی والے اپنے کاروبار چھوڑ کران اداروں میں وہی کام کررہے ہیں اورنوکری کا تحفظ نہیں ہے۔امریکا میں ایسا ہی ہوا اور جدید مغربی دنیا میں یہ سب ہوچکا ہے گائی ایٹن لکھتا ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں امریکا میں نوے فیصد لوگ اپنا کام اور کاروبار کرتے تھے وہ کسی کے محتاج نہ تھے۔جدید تعلیمی نظام اس تبدیلی میں مرکزی کردار ادا کررہا ہے۔

Gilbert Rist بتاتا ہے کہ اٹھارہویں صدی کے فرانسیسی شہروں میں سال بھر میں ۱۵۰ دن کام نہیں ہوتا تھا یعنی لوگ شہروں میں سال میں زیادہ سے زیادہ ۲۱۵ دن کام کرتے تھے۔ کام کے اوقات بھی مقرر نہیں ہوتے تھے کام کے لیے میلوں دور بھی جانا نہیں پڑتا تھا اب تو اوقات کا جبر بھی موجود ہے اور طویل مسافت بھی مگر اسے آزادی سمجھا جاتا ہے French cities in the eighteenth century had between 130 & 150 days off a year. [G. Rist, Delusion of Economics p. 81]۔ ۲۰۱۰ء میں فرانس میں سرکوزی کی جانب سے ریٹائرمنٹ کی عمر دوسال بڑھانے پر بوڑھوں کی جانب سے زبردست احتجاج کا سبب اب واضح ہوگیا ہے۔ماضی کے اچھے دنوں کی یاد ہی اس غصے کا اصل سبب ہے۔جب لوگ کم کام کرتے تھے اب مسلسل کام کرتے ہیں ایک لمحہ آرام نہیں کرسکتے اس لیے مغربی دنیا میں لوگوں کے لیے سب سے بہترین اور خوشی کا دن جمعہ کا ہوتا ہے جب وہ دودن کی چھٹی پر جاتے ہیں اور سب سے خراب دن پیر ہوتا ہے جب انھیں مجبوراً کام پر واپس آنا پڑتا ہے لہٰذا کوئی مغربی ساٹھ سال کے بعد کام کرنے پر تیار نہیں لیکن اگر پاکستان میں سرکاری ملازمین کی عمر دوسال نہیں دس سال بڑھادی جائے تو وہ خوشی سے پاگل ہوجائیں گے۔مگر مغرب ماضی کو قرن مظلمہ Dark Ages کہتا ہے۔پاکستان ابھی تک انیسویں صدی کے امریکہ اور اٹھارہویں صدی کے فرانس کی طرح مضبوط معیشت کا ملک ہے لوگ آزادانہ کاروبار کررہے ہیں۔آبادی کی اکثریت ملازمت روزگار کے لیے کمپنیوں، کارپوریشن، حکومت کی محتاج نہیں سب اپنا کام کرتے ہیں۔مگر پاکستانی خود کو کیا سمجھتے ہیں اور کیا بننا چاہتے ہیں یہ سب کو معلوم ہے۔

اسکولوں کے بہت سے منتظمین اور مالکان اور سرپرست یہ سوال کرسکتے ہیں کہ نصاب تعلیم، نظام تعلیم طریقہ تدریس وتربیت پر لکھے گئے مضمون میں سرمایہ داری، جمہوریت، لذت پرستی کا نظام، مذہب دشمنی، عقیدوں کی بحث، سیاست وغیرہ کہاں سے آگئے اس کا تعلیم وتربیت سے کیا تعلق ——— ظاہر ہے وہ افراد جنھوں نے معلّمی، تعلیم وتربیت کے پیشے، کاروبار اور شعبے کو نہایت نیک نیتی، اخلاص، اور قربانی کے جذبے کے تحت اختیار کیا ان کے لیے یہ سوالات اہم ہیں مگر اس کے لیے ہمیں مغرب کے نظام تعلیم سے متعلق تین اہم تعلیمی فلسفوں کو دیکھنا ہوگا جو جدید تعلیم کی مابعدالطبیعیاتی اساسات فراہم کرتے ہیں:

- ☆ The Platonic Philosophy of Education.
- ☆ The Individualism Philosophy of 18th Century Enlightenment.
- ☆ The Institutional Idealistic Philosophies of Nineteenth Century.

جرمنی دنیا کا پہلا ملک تھا جس نے ابتدائی تعلیم سے لے کر یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم تک قومی آفاقی لازمی تعلیمی نظام تشکیل دیا تھا۔لہٰذا جرمنی کے نظام تعلیم کا مطالعہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔اس کے ساتھ ساتھ چند اہم مغربی مفکرین کا مطالعہ بھی ضروری ہے تاکہ ان مباحث کی بنیادوں سے ہم واقف ہوسکیں۔ Kant کے خطبات *Treatise on Pedagogies*، Rousseau کی کتاب *Emile*، Emile Durkheim کی کتاب *Education & Sociology*، Max Weber کا مضمون *The Rationalization of Education & Training*، John Dewey کا مقالہ *The Democratic Conception in Education*، فوکالٹ کی کتاب *Dicipline & Punishment: The birth of the prison* میں فوکالٹ کی تحریر جدید تعلیمی اداروں کی عمارتوں اوران قید خانوں عقوبت خانوں کے ترتیبی نظام امتحانات پر ہے اور نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

Basil B. Bernstein کا معرکہ آراء مقالہ *Thoughts on the Trivium and Quadrivium: The Divorce of Knowledge from the Knower* اس مقالے کا ایک اقتباس ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے اور جدید تعلیمی نظام کی حقیقت بھی واضح کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جدید سیکولر تعلیمی نظام میں فرد کے باطن کی اصلاح، تزکیہ نفس، تعمیر شخصیت کا کوئی نظام ہی نہیں ہے مذہب کو بے دخل کر دیا گیا ہے اور سوشل سائنس کے ذریعے فرد کی اصلاح کی جا رہی ہے۔

I have tried to show that in the medieval period we had two differently specialised discourses, one for the construction of the inner, one for the construction of the outer_the material world. The construction of the inner was the guarantee for the construction of the outer. In this we can find the origin of the professions. Over the next five hundred yers there was a progressive replacement of the religious foundation of official knowledge by a humanising secular principle. I want to argue that we have, for the first time, a dehumanising principle, for the organisation and orientation of official knowledge. What we are seeing is the growing development of the specialised disciplines of the Quadrivium, and the diciplines of the Trivium have become the disciplines of symbolic control—the social sciences.

We know, however, how this special status in turn limited and distorted the knowledge, but this is not the point here. Today the market principle creates a new dislocation. Now we have two independent markets, one of knowledge and one of potential creators and users of knowledge.